ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

اب شفیع صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

نوع انسان کے لئے اب روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام نے وہ متاع پائی جس کو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جس کو موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر۔ (کشتی نوح ص 13)

اداریہ

اتباع رسولؐ ہی محبت رسولؐ ہے

محبتِ نبویؐ ہر ایک مسلمان کے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ حضرت محمد مصطفیؐ سے محبت وعقیدت کے جذبات ہر مسلمان کے دل میں جاگزین ہیں۔ دورِ اولیٰ کا مسلمان ہو یا آج کا مسلمان ہر دور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار نظر آتا ہے اور وہ کیوں نہ اپنے نبی مکرمؐ کی عقیدت سے سرشار ہو۔ وہ ہستی دنیا جہاں کی بزرگ ترین اور عظیم تر ہستی ہے جس کی بلندی شان کی کوئی انتہاء ہی نہیں۔ اس نبی معظم کے عقائد، نظریات، تعلیمات اور کارنامے ایسے بلند پایہ ہیں کہ ان کی نظیر پیش ہی نہیں کی جاسکتی۔ وہ اخلاق میں بھی یکتا ہے اور کردار میں بھی یکتا ہے وہ علم میں بھی یکتا ہے اور عمل میں بھی یکتا ہے۔ اس خیر البشر کی اللہ وحدہ لاشریک سے انتہاء درجہ کی محبت و اتصال اور مخلوق خدا سے ہمدردی و شفقت نے ایک گناہوں کی غلاظت سے لتھڑی ہوئی دنیا کو ہر قسم کی بدیوں اور برائیوں سے پاک کر کے اور شرک و بت پرستی سے چھڑا کر خدائے واحد کے در پر جھکا دیا اور مخلوق پرستی سے نکال کر خدا پرست بنا دیا اور خدا کے ساتھ ایسا تعلق لگا دیا کہ خدائی صفات انسانوں کے اعمال وکردار سے جلوہ گر ہوگئیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی باطنی توجہ سے ان کے دلوں کو صاف کرنا چاہا تو ان میں تھوڑے ہی دنوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہوگئی کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے۔ اور پھر انسان سے مہذب انسان اور مہذب انسان سے باخدا انسان اور آخر خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسے محو ہوگئے کہ انہوں نے ایک بے حس عضو کی طرح ہر ایک دُکھ کو برداشت کیا۔۔۔ اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبیؐ کی توجہ کا اثر نہ تھا تو پھر وہ کیا چیز تھی؟ (کتاب پیغام صلح ص ۱۸۔۱۷) غرض عرب کی وحشی قوم جو افتراق و انتشار اور بدکاریوں کی وجہ سے ذلت و ادبار کے اتھاہ گڑھے سے بھی نیچے گری ہوئی تھی اس قوم کو نبیوں کے پاک سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا کر اوج کمال پر پہنچا دیا اور صرف تیئیس سال کے عرصہ میں قیصر وکسریٰ کے تخت کا وارث بنا دیا۔ دنیا کے بڑے بڑے مدبرین اور مؤرخین بھی انگشت بدنداں ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ''دنیا کے تمام رہنماؤں میں سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی حقیقی معنی میں کامیاب ترین انسان ہیں۔'' جہاں آپؐ دنیاوی لحاظ سے بلند ترین مقام پر فائز ہیں وہاں پر روحانی لحاظ سے بھی قرب الٰہی کے بلند ترین مرتبہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ کو آپ نے پایا۔ اس مقام کے لئے انسانوں میں سے صرف آپؐ ہی کو چنا گیا۔ اس مقام ومرتبہ اور شان کا انسان جس قوم کا رہنما ہو وہ جس قدر فخر اور اظہار تشکر کرے کم ہے۔ اس لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ ''بلاشبہ یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے'' (الاحزاب: ۲۱) یعنی تم اگر دنیا و آخرت میں کامیابی چاہتے ہو تو تمہیں اس مجسم قرآن اور حسن وخوبی کے پیکر بشر کو اپنے لئے نمونہ بنانا ہوگا اور اس کے علاوہ دوسری جگہ یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر تم محبت وقرب الٰہی کو پانا چاہتے ہو تو اس کے لئے بھی وسیلہ اتباع رسولؐ ہی ہے۔ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔'' (آل عمران :۳۱) اس آیت سے یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ کی محبت اور اس کے رسولؐ کی محبت ایک ہی چیز ہے۔ محبت رسولؐ کی غرض یہ ہے کہ اتباع رسولؐ کا جذبہ پیدا ہو۔ محبت جب کمال کو پہنچتی ہے تو محبوب کی ہر بات کو اپنانے کو دل چاہتا ہے یعنی اتباع کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو جب اتباع رسولؐ کا عشق پیدا ہو جائے تو یہی وہ چیز ہے جو انسان کو اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ کیونکہ محبوب کی اتباع اور فرمانبرداری کرنے والا بھی محبوب ہو جاتا ہے۔ رسولؐ کی محبت، ان کی اتباع اور ان کے نمونہ کو اختیار کرنا ہی فلاح، کامیابی اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب

ہے ۔محبت رسولؐ کے حوالہ سے اگر ظاہری طور پر اظہار ہو اور باطنی اور حقیقی تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا جائے تو یہ محبت ناقص اور ادھوری رہ جاتی ہے ۔ جو قوم ظاہر پر انحصار رکھے اور باطن کی طرف توجہ نہ دے اس کے ظاہری اور سطحی اعمال کوئی فائدہ نہیں دے سکتے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کو تزک و احتشام سے منانا، گلیوں، بازاروں کو روشنیوں میں نہلا دینا، ریلیوں اور جلوسوں کا انعقاد کرنا، محافل نعت کا اہتمام کرنا ظاہری محبت کا اظہار تو ہے لیکن یہ ظاہری عقیدت مندی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوش کرنے کا موجب ہرگز نہیں ہوسکتی ۔آپؐ کی بعثت کی غرض دنیا کے باطن کو درست کرنا تھا، آپؐ کا کام نفوس کا تزکیہ تھا اور خود نبی کریمؐ نے اپنے افعال کی پیروی کو اپنی محبت قرار دیا۔ ایک مشہور حدیث میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کررہے تھے تو صحابہؓ آپؐ کے پانی کو تبرکاً لینے لگے ۔صحابہؓ کو پانی لیتے ہوئے دیکھ کر آپؐ نے دریافت فرمایا۔ یہ تم کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کی وجہ سے تو آپؐ نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے تو چاہیے کہ جب بات کرے سچ بولے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو امانت کو ادا کرے ۔"

اس حدیث میں آپؐ نے اپنے اخلاق میں سے ان دو مشہور اخلاق جو اسلام سے پہلے بھی آپؐ کی ذات کی پہچان تھے اور عرب آپؐ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے ان کی طرف مومنین کی توجہ دلاتے ہوئے یہ تعلیم دی کہ آپؐ کے اخلاق کو حاصل کرنے کا شوق اور جذبہ ہی اصل محبت رسولؐ ہے۔

آپؐ نے بار بار نیک چلنی اور حسن اعمال کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی ۔ آپؐ نے تو اپنی اولاد و ازواج اور عزیز و اقارب تک پر یہ بات واضح کردی کہ وہ بھی نیک عملی کے بغیر نجات نہیں پاسکتے ۔خود اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو نصیحت کی کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں رسول کی بیٹی ہوں اس لئے چھوٹ جاؤں گی ۔ اعـمـلـی ، اعـمـلـی ،عمل کرو، عمل کرو کہ اس کے بغیر نجات حاصل نہیں ہوسکتی ۔یہی نصیحت آپؐ نے اپنی پھوپھی کو کی ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آپؐ کی ازواج کو واضح الفاظ میں یہ باور کرواتا ہے کہ اگر تم سے غلطی سرزد ہوئی تو تمہارے لئے دوگنی سزا ہے۔ "اے نبی کی بیویو! جو کوئی تم میں سے کھلی بے حیائی کرے اسے دو چند سزا دی جائے گی اور یہ اللہ پر آسان ہے ۔" (الاحزاب:۳۰)

قرونِ اولیٰ میں یوم میلاد کی کسی تقریب منانے کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ ان لوگوں کے نزدیک محض اتباع رسولؐ ہی محبتِ رسول تھی ۔ وہ اس اتباع کو فرض جانتے ہوئے پاکیزہ اعمال کو بجا لانے کی سعی و کوشش میں مصروف رہے اور انہوں نے اپنے حسن عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوش کیا۔ افسوس ہے کہ آج کے مسلمان نے اس طریق عمل کو چھوڑ کر صرف ظاہری نمائش اور ظاہری اظہار عقیدت کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے اور باطنی طہارت اور اعمال صالحہ سے ایسے کنارہ کش ہو چکے ہیں کہ گویا اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی ۔ ایسے عظیم الشان اور صاحب مرتبت رسولؐ کی امت ہونے کے باوجود مسلمان آج دنیا کی نظروں سے گر چکے ہیں اور وہ عزت و وقار جو ہمارے بزرگوں کو اقوام عالم میں حاصل تھا وہ ہمیں حاصل نہیں رہا۔

آج مسلمان اگر پھر وہی عزت و وقار چاہتے ہیں تو انہیں وہی تزکیہ نفس، پاک باطنی اور سچی اتباع رسولؐ اللہ کی کرنی ہوگی جو ان کے اسلاف نے کر کے دکھائی ۔حضورؐ سے سچی عقیدت مندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ ہم اپنے اعمال و افعال کو اتباع نبوی کے سانچے میں ڈھالیں ۔اتباع نبویؐ کا عہد ہی یوم میلاد کو زیادہ پُرکشش بنانے اور ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوش کرنے کا موجب ہوسکتا ہے ۔کاش کہ ہم ظاہری نمود و نمائش سے بڑھ کر اتباع نبویؐ کی طرف توجہ کریں کیونکہ اس کے بغیر کوئی عقیدت مندی خدا اور رسولؐ کے ہاں قبول و منظور نہیں ہوسکتی ۔

☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع ''سالانہ تربیتی کورس'' بمقام جامع دارالسلام لاہور، مورخہ 13 جولائی 2018ء

ترجمہ: اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

''موسیٰؑ نے کہا میرے رب! میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ میری بات کو سمجھ لیں'' (سورۃ طٰہٰ آیات 25 تا 28)

پچھلے جمعہ کا خطبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس عظیم دُعا کے حوالہ سے دیا گیا جس میں تلاوت شدہ آیات میں سے پہلی آیت پر میں نے کچھ خیالات کا اظہار کیا تھا۔

اس دُعا کا دوسرا حصہ **ویسر لی امری** ''میرا کام میرے لئے آسان کر دے (اور اسے بامقصد بنا دے)'' کو میں آج کے خطبہ کا پہلا موضوع بناتا ہوں: اللہ کی راہ میں جو نکلتا ہے اور اس راہ میں جو تکالیف پیش آتی ہیں اُن کے جانتے ہوئے بھی اُس کو اختیار کرتا ہے تو گویا وہ اپنے اوپر مصیبتوں کا طوفان اٹھا لیتا ہے، ہر طرف مشکلات ہی مشکلات نظر آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں اور ان کی برداشت بھی آسان ہو جاتی ہے۔ استقامت اور صبر دونوں ہی عطا ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی مدد حاصل نہ ہو تو رسالت اور تبلیغ جیسا کام ممکن ہی نہیں۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ دعا مانگتے ہیں **واحلل عقدة من لسانی** جس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے ''اور میری زبان کی گرہ کھول دے'' اور ساتھ ہی وجہ بھی عرض کر دیتے ہیں **یفقھو قولی** یعنی ''تا کہ میری بات کو سمجھ لیں''

اس دعا ''اور میری زبان کی گرہ کھول دے'' کے سلسلہ میں مختلف تفسیریں اگر ہم پڑھیں تو اُن میں طرح طرح کے قصے شامل کر دیئے گئے ہیں اور اِن کی بنیاد تورات اور طالمود (Talmud) پر رکھی گئی ہے۔ حوالہ نہیں دیا گیا لیکن قصہ شامل کر دیا گیا ہے۔ طالمود ''تورات'' کی تفسیر ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے تو ''تورات'' کا نسخہ ساتھ لائے اور پھر اپنی قوم کو اُن آیات کی تفسیر بتاتے گئے اور اِس طرح جو تفسیر جمع ہوئی وہ ایک نسل سے دوسری نسل تک زبانی منتقل ہوتی گئی اور پھر یہودی علماء نے تقریباً چار پانچ سو سال کے بعد فیصلہ کیا کہ اس کو اب کتابی شکل دے دی جائے۔ اس کتابی مجموعہ کو طالمود کا نام دیا گیا اس کی دو اشاعت کی گئیں۔ ایک چار سو سال بعد اور دوسری پانچ سو سال بعد تیار کی گئی۔ بعد میں یہودی علماء نے ترجیح دی کہ جو چیز تورات میں ہے اُس سے زیادہ طالمود کی تفسیر قابل قبول ہے۔ تو انہوں نے طالمود کی تفاسیر کو بائیبل میں شامل کیا اور اس طرح یہودیوں کے حوالہ سے قرآن میں آتا ہے کہ انہوں نے تورات میں تحریف کی۔

ترجمہ: ''ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے بعض باتوں کی ان کے موقعوں سے تحریف کرتے ہیں۔۔۔'' (سوہ النساء آیت 46)

یوں انہوں نے طالمود کے حوالہ سے کافی چیزیں تبدیل کر دیں اور ان میں ایک حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بچپن بھی شامل ہوا جب وہ گود ہی میں تھے۔ بیان کیا گیا کہ فرعون نے انہیں اُٹھایا تو انہوں نے اس کے گال پر طمانچہ مار دیا یا اُس کی داڑھی کھینچی اور کہیں لکھا ہے کہ دونوں فعل کیے۔ اب فرعون کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کہ میں پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ دشمن کی اولاد ہے، یہ دیکھیں اس کا ہاتھ میری داڑھی تک پہنچ گیا ہے میں نے اس کو اب قتل کرنا ہے۔ تو فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے عرض کی کہ یہ نادان بچہ ہے، اس کا آپ امتحان لے کر دیکھ لیں۔ ایک تھالی میں لال لعل رکھیں اور ساتھ ہی جلتا لال کوئلہ رکھیں۔ اس کو تو یہ بھی نہیں سمجھ آئے گی کہ کس کو اُٹھانا ہے۔ لہذا جب وہ تھالی لائی گئی تو موسیٰ علیہ السلام نے فوراً آگ والا جلتا کوئلہ اُٹھا کر

اپنے منہ میں ڈال دیا اور یوں آپؑ کی زبان جلس گئی۔ یہ کتنا حیران کن ہے اور اس پر کیسے یقین کیا جائے کہ ایک بچہ کوئلہ کو اٹھائے اور اپنے منہ میں ڈالے، اس حرکت کے دوران اس کا ہاتھ نہ جلے اور سیدھا منہ میں جائے اور اس کی زبان جُلس جائے اور اس میں لکنت پیدا ہو جائے۔ یہ طالمود کے واقعات ماننے مشکل ہیں۔ یہ وہ کہانیاں اور کہاوتیں ہیں جو تفاسیر میں شامل کر دیں۔

تورات کا دوسرا باب ''خروج Exodus'' ہے۔ اس کے چوتھے رکوع کی دسویں اور بارہویں آیات میں یوں قصہ بیان ہے جس کو انگریزی کی بائیبل کنگ جیمز میں سے میں پڑھ رہا ہوں:

And Moses said unto the LORD, O My Lord, I am not eloquent, neither heretofore nor since Thou hast spoken unto thy servant: But I am slow of speech, and of a slow tongue.

ترجمہ: ''تب موسیٰ نے خداوند سے کہا اے خداوند! میں فصیح نہیں، نہ تو پہلے ہی تھا اور نہ جب سے تو نے اپنے بندے سے کلام کیا بلکہ رُک رُک کر بولتا ہوں اور میری زبان کند ہے۔ (باب۴ آیت۱۰)

Now there for go, and I will be thy mouth, and teach thee what thou shalt say.

سو اب تو جا اور میں تیری زبان کا ذمہ لیتا ہوں اور تجھے سکھاتا رہوں گا تو کیا کیا کہے۔(باب۴ آیت۱۲)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تو اُن کی پہلی دعا **رب اشرح لی صدری۔ ویسرلی امری۔ واحلل عقدۃ من لسانی** تھی

یہ یاد رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دُعا ایک عظیم نبی کی دعا ہے نہ کہ کسی لکنت کے مریض کی دعا۔ آپ کو پورا احساس تھا کہ چاہے سینہ علم سے بھر دیا جائے لیکن مقصد بیان کرنے کی طاقت نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں دیکھا کہ بڑے بڑے قابل پروفیسر جب ہمیں پڑھاتے تھے تو کچھ اُن میں ایسے تھے جو اعلیٰ پائے کے ڈاکٹر ہونے کے باوجود کلاس میں آ کر اپنا لیکچر موثر انداز میں بیان کرنے سے قاصر تھے۔ کسی محفل میں بولنا پڑ جائے اور وہاں پر مدمقابل بڑے بڑے شعلہ بیان لوگ ہوں جیسے فرعون کے دربار میں اُس وقت بہت سے تھے جن کو اہمیت دی جاتی تھی، پھر وہ حاکم وقت تھا جو ملک بھر میں بڑے بڑے خوش بیان خطیب اور مقررین جن کی زبانیں جادو کا اثر رکھتی تھیں، انہیں مقابلے پر بلانے کی طاقت رکھتا تھا تو پھر ایک انسان جس کو یہ احساس ہے کہ اس کی زبان تو اس قابل نہیں کہ وہ اتنے لوگوں کا مقابلہ کر سکے تو وہ بڑے اعتماد سے جا سکتا ہے جب اُس کو اللہ تعالیٰ کہہ دے کہ تیری زبان کا ذمہ میں لیتا ہوں اور جو تو نے کہنا ہے وہ میں تیرے سے کہلواؤں گا، لہذا آپ کی دعا ہے کہ ''یا میرے رب میری زبان تبلیغ حق میں یوں لفظ بولے اور انتخاب کرے کہ اس سے تیرا پیغام ادا کر سکوں۔ ان لوگوں پر اثر ہو، میں تیرا پیغام ہمت سے دے سکوں اور اُن کو پیغام یوں پہنچاؤں کہ وہ تیری ہستی اور تیری خدائی پر یقین لے آئیں، تیری مدد شامل حال نہ ہوئی تو یہ کام آسان نہ ہوگا، میں بڑے مجموں میں کبھی نہیں بولا تو تُو ممکن بنا کہ میں بغیر ہچکچاہٹ کے ساتھ اُن کے سامنے بول سکوں اور تیرے پیغام کو پہنچانے کا حق ادا کر سکوں''۔

اللہ نے جیسے یہ دعا سنی اُس سے ہم قرآن کے ذریعہ واقف ہیں کہ سب کے سامنے جب اُن کا کلام پیش ہوا اور بڑے بڑے مقرروں کے سامنے آپ جب بولے اور وہ جانتے تھے کہ یہ انسان فصیح نہیں ہے تو جب آپؑ نے اپنا پیغام شروع کیا تو وہ لوگ حیران ہو گئے اور سجدے میں گر پڑے کہ یہ کام تو ممکن ہی نہیں ہے سوائے ایک ایسی ہستی کی مدد کے جس کا یہ ذکر کر رہا ہے کہ یہ ایسے پُر اثر انداز میں بیان کر سکے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ **ادعونی استجب لکم** ۔۔'' کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنوں گا'' اس تمام واقعہ کو قرآن میں جادوگروں کے ساتھ مقابلہ سے تشبیح دی گئی ہے۔ بہرحال اس سے بھی انکار نہیں کر رہا کہ وہ واقع ظاہری شکل میں پیش آیا ہوگا۔ بعض مفسرین کے مطابق یہ واقعہ ایک کشفی حالت پر مبنی تھا۔

عِلم لدُنّی کن کو عطا کیا جاتا ہے؟

پچھلے جمعہ میں میں نے علم لدُنّی کا ذکر کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دُعا اصل میں ایک خاص علم مل جانے کی دُعا تھی۔ یہ علم اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو دیتا ہے۔ ایسے علم کو جو کسی کو خدا کی طرف سے براہ راست بغیر استاد کے حاصل ہو یعنی Inspirational Knowledge اس علم کا ذکر ہو رہا ہے اور اس علم کے

حصول کی دعا کی جارہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی اور وہ آپؑ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اور ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم الدنی دیا گیا جس کی طرف حدیث میں آتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا تو اقراء کے حکم پر تین دفعہ آپؐ نے جواب فرمایا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم عطا فرمایا کہ وہ قرآن کریم کی نازل شدہ وحی کو پڑھنے کے قابل بنا دیئے گئے اور ایسا حافظہ عطا ہوا کہ آپ کو ہر وحی شدہ مقام حفظ ہو جاتا اور ساتھ ہی قرآن کریم کی آیات کی تفسیر اور سمجھ عطا ہوئی۔

بائیبل میں آتا ہے کہ وہ آنے والا رسولؐ کچھ نہ کہے گا بلکہ جو اس کے منہ میں ڈالا جائے گا اور اس کی تائید قرآن کی سورۃ النجم آیت 3-4 میں یوں ملتی ہے ''اور نہ خواہش نفس سے بولتا ہے۔ یہ صرف وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے''

اس علم کے ذریعہ اگر ہم موجودہ زمانہ میں دیکھیں تو حضرت مسیح موعودؑ مجدد زماں کو اللہ تعالیٰ نے راتوں رات اتنی عربی سکھا دی کہ آپؑ کو چالیس ہزار عربی الفاظ کا مادہ سکھا دیا کہ بڑے بڑے علماء سمجھنے سے قاصر تھے کہ یہ ان کے مقابلہ میں تھوڑی تعلیم والا آج کیا عربی دانوں کی طرح باتیں کر رہا ہے۔ عربی میں الہامی خطبہ بیان کر رہا ہے اور سورۃ الفاتحہ کی عربی تفسیر کو اپنے دعویٰ کی سچائی کا ثبوت بنا کر پیش کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عربی زبان میں مدح کر رہا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدے بیان کر رہا ہے۔

یہ دُعا جس جس نے حق کی راہ میں نکلتے وقت کی اللہ تعالیٰ نے اُس کو قبولیت عطا فرمائی اور جماعت کے حوالہ سے جب ہمارے مبلغین دوسرے ملکوں میں گئے تو اُن کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے وہ اثر ڈالا کہ بڑے بڑے انگریز، لارڈز اور پڑھے لکھے لوگ عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے لگے۔

حضرت مرزا صاحب کی کتب سے

سورۃ الفاتحہ کا مفہومی جائزہ:

اھدنا الصراط المستیم صراط الذین انعمت علیھم کی بہت وسیع تفاسیر آپ نے فرمائیں لیکن ایک مقام پر آپ کہتے ہیں کہ **انعمت علیھم** کی تفسیر بھی اُس علم کی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کو دیتا ہے، جن میں النبیین، الصدیقین، الشہداء، الصالحین، قرآن کے مطابق شامل ہیں (النساء آیت ۶۹) اسی طرح یہ بھی دعا انسان اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہوتا ہے کہ جو علم اے اللہ تو نے اپنے اولیاء اللہ اور اپنے ماننے والوں اور اپنی راہ میں نکلنے والوں کو دیا اس قسم کا علم مجھے بھی عطا فرما دے تاکہ میں بھی اس تبلیغ میں تیری راہ میں جو نکل پڑا ہوں اس راہ میں کامیابی حاصل کر سکوں۔ **انعمت علیھم** میں چار طبقہ کے لوگ آجاتے ہیں جنہیں اس علم سے نوازا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس قسم کے علم کو غیروں کو نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص تعلق رکھنا پڑتا ہے تاکہ وہ قربت حاصل ہو، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ وہ خاص علم عطا فرماتا ہے۔ یہ علم چار طبقہ کے لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا جاتا ہے۔

> ### آج کا خاص پیغام:
>
> خطبہ جمعہ اور نماز بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں حکم ہے کہ جمعہ کی اذان سنو تو تمام کاروبار (اور مشغلے) چھوڑ کر اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔ ہمیں خطبہ میں شروع سے موجود ہونے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور سب کچھ چھوڑ کر مسجد میں آ جانا چاہیے۔ خطبہ غور سے سننا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اس میں میرے لئے کیا ہے کہ میں آج اپنے ساتھ لے جاؤں؟، ہر کوئی جہاں جاتا ہے وہ ایک خاص چیز وہاں سے لے کر آتا ہے۔ میرے خیال میں تربیتی کورس سے آپ وہ بڑا ارادہ لے کر جائیں کہ ہم نے اپنے اندر تبدیلی لانی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہمارے دلوں میں وہ وسعت پیدا کر دے جس کی وجہ سے ہم بولنے کی طاقت پائیں اور جب ہماری زبانوں کی گرہ کھل جائے تو ہم بات کو سمجھا سکیں اس حالت کو پانے کے لئے ہمیں نبیین، صدیقین، شہدا، صالحین کے نمونے اپنانے ہوں گے۔ اور دلوں کو صاف رکھنا ہوگا، اپنی عبادات کی طرف توجہ دینی ہوگی۔

پہلا طبقہ النبیّین:

اس طبقہ میں نبی سرفہرست ہیں۔نبوت نہ دعاؤں سے پہلے کسی کو ملی اور نہ دعاؤں کے بعد کسی کو حاصل ہوئی ہے۔لیکن جیسے نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی برکت سے ایک خاص علم دیا ہے اُسی طرح اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بھی دے سکتا ہے جو اپنی زندگی کو نیک بنائیں۔اس کے لئے خدا تعالیٰ نے نبی خود چن رکھے ہوتے ہیں اُن کی وہ ہدایت فرماتا ہے اور پہلے سے اُن کو وہ علم دیتا ہے جس کی اُن کو ضرورت پڑے۔باقی لوگ نبیوں کے نمونہ پر چل کر یہ علم حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا طبقہ الصدّیقین:

دوسرا طبقہ الصدیقین کا ہے۔یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ فہم قرآن اور معارف قرآن عطا فرماتا ہے۔اُن کو وہ بڑی بڑی باتیں اور نقاط سمجھائے جاتے ہیں جو پہلے کسی نے سوچے نہیں ہوتے،اللہ تعالیٰ اُن کے قلب میں ڈالتا ہے۔ایسے انسان اس درجہ کو تب پاتے ہیں جب ان کے اندر سے بکلی صدق ہی صدق نکلے اور کذب بکلی مٹ جائے۔جب تک ان کے اندر سے پورے کے پورے طور پر اندھیرا اور جو کذب اس کے ساتھ وابستہ ہے نہیں نکلتا ہے اور اُس کی جگہ روشنی اور پاکیزگی داخل نہیں ہوجاتی اس وقت تک یہ درجہ بھی نہیں حاصل ہوسکتا۔یہ درجہ صدیقیت کا درجہ ہے اور کمال کے معصوم لوگوں کو ملتا ہے۔ایسے انسان کو سچائیوں کا کامل طور پر علم بھی ہوتا ہے اور طبعی طور پر ان پر وہ قائم بھی ہوتا ہے۔تو جو تاریکی ہے اللہ تعالیٰ اس کو روشنی میں بدل دیتا ہے۔

تیسرا طبقہ الشہداء:

تیسرا طبقہ ''الشہدا'' ہے۔جنگ میں جا کر اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دینا تو بڑی شہادت ہے اور اُس مقام کو اُن لوگوں نے ہی پایا جنہیں جب جنگ کی طرف بلایا گیا تو ان کے دل میں کوئی خوف نہ آیا کہ ہائے میرے یتیموں کا کیا ہوگا؟ میری بیوہ کا کیا ہوگا؟ میں پیچھے کچھ چھوڑ کر نہیں جارہا اُن کا کیا بنے گا؟۔کیونکہ اس مقام تک آپؐ کے صحابہؓ آپؐ کے اثر سے پہنچ چکے تھے کہ وہ اپنے خون کو پانی کی طرح بہا دینے والے بن گئے تھے یعنی جب انسان اپنی قوت ایمان سے اس قدر اپنے خدا اور روزِ جزا سزا پر یقین کرنے لگ جاتا ہے کہ یہ زندگی ختم نہیں ہوگی،آگے ہمارے لئے انعامات کی زندگی ہے۔یہ جان جو ہم دے رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے دے رہے ہیں۔جو ہم حاصل کر رہے ہیں اس میں جتنا بظاہر نقصان ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اُٹھا رہے ہیں اور وہ یقین جب خدا پر آتا ہے کہ وہ علی کل شیءٍ قدیر ہے،وہی ہماری مدد کرنے والا ہے،وہی زندگی دینے اور لینے والا ہے،وہی ہماری اولاد اور گھر والوں کا پاسبان ہے۔ایسا یقین جب آتا ہے تو وہ گویا ایسے ہوجاتے ہیں کہ گویا وہ خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔اس لئے ان کو شہید کہا گیا ہے۔ہر آزمائش جو اُن کو پیش آتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام سمجھتے ہیں۔بلکہ حضرت صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ جس کو آزمایا نہ جائے وہ اس فکر میں پڑ جائے کہ میرے میں کیا کمزوری ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس قابل نہیں سمجھ رہا کہ مجھے آزمائے۔یہ آزمائش دین میں ترقی کا مرحلہ ہوتا ہے۔

جب کوئی طالب علم امتحان کے نزدیک آتا ہے تو اس کے اوپر ایک ابتلاء آتی ہے۔آج خطبہ میں شامل تربیتی کورس کے طالب علم اس کیفیت کو محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ خطبہ کے دو گھنٹے بعد امتحان دینے والے ہیں۔تو اچھا طالب علم جو بالکل تیار ہے اور اُس کو یقین ہے کہ اُس نے پڑھائی اور ساری محنت کر لی ہے اور وہ اپنے نتیجہ کو بھی یقین سے دیکھتا ہے۔وہ اس کے برعکس ہے جس کو یقین نہیں اور اپنے اوپر اعتماد نہیں۔ان دونوں قسم کے طالب علموں میں بہت فرق ہوتا ہے۔اس لئے کوئی طالب علم ہنستے کھیلتے امتحان کی طرف جائیں گے اور کوئی ڈوبتے ہوئے دلوں کے ساتھ۔

چوتھا طبقہ الصالحین:

چوتھا طبقہ ''الصالحین'' کا ہے۔صالح کس کو کہتے ہیں؟ صالح تمام ''نیک'' لوگوں کو کہتے ہیں۔لیکن خاص کر صالح وہ ہوتا ہے جو ہر ایک فساد سے،ہر ایک بری بات سے،ہر ایک گناہ سے اپنے اندرون کو پاک کر ڈالے اور اس کے دل میں جتنی بھی خرابیاں ہیں اُن کو باہر پھینک دے اور اس کا دل بکلی پاک ہوجائے۔اُن تمام گندے مواد سے جن سے وہ بھرا پڑا تھا۔انسان کی فطرت میں جہاں پر نیکی کرنی ہے وہاں پر گناہ کرنا بھی شامل ہے اور یہ فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔جب ہم کہتے ہیں

کہ ُ دین کو دنیا پر مقدم کرو ُ ‘ تو تمام بُرے گندے خیالات کو دل سے نکالنا پڑتا ہے اور اس کی جگہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ نیکی کرنی ہے۔ فرشتہ انسان کے دل میں ہمیشہ نیکی ڈالتا ہے۔کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا جو دل میں غلط ارادہ ڈالے۔وہ شیطان ہی ڈالتا ہے۔تو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دونوں راستے کھلی طرح بیان کردیئے ہیں اور رسول کریم صلعم کے نمونہ سے واضح ہے کہ ایک اچھا راستہ ہے اور ایک بُرا راستہ ہے۔ جب انسان اُس حالت کو پالیتا ہے جب وہ صرف اچھے اچھے فیصلے کرے، اچھے اچھے ہی کام کرے اور بُرے کام کرنا بالکل چھوڑ دے تو وہ پاک ہوتا جاتا ہے اور اس طرح وہ صالحین میں شامل ہوجاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ اُس خاص علم سے محروم نہیں رکھتا اُن کو بھی وہ عطا فرماتا ہے اور اسی لئے اس دعا کو قرآن کریم میں بہت بڑی اہمیت دی گئی ہے کہ ہر کوئی کوشش کرے کہ ان راستوں پر چلے جن کی دعا **اھدنا الصراط المستقیم** کہہ کر مانگ رہا ہے۔مانگتے وقت دل میں یہ بھی نہ پتہ ہو کہ **انعمت علیھم** والے کون لوگ ہیں۔تو وہ راستہ کیسے حاصل ہوگا؟

یہ مختصراً میں نے آپ کے سامنے پیش کردیا ہے کہ ان چار طبقوں پر چلنے سے اللہ تعالیٰ انسان کو وہ مقام دے دیتا ہے جہاں پر اُس کے دل میں اچھے خیالات اچھا علم آتا ہے اور دنیا میں خاص کر دین کے لحاظ سے اور تبلیغ کے لحاظ سے اور جو ہماری جماعت کا مقصد ہے دین کو دنیا کے کونوں تک پہنچانا اُس لحاظ سے وہ لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔ہم سب کا وہی مقصد ہے اس لئے ہمیں اپنی زندگیوں میں وہ تبدیلی لانی ہوگی ۔جس کو لے کر ہم آگے چلیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی عطا فرمائے کہ ہم جب دعا کریں **اھدنا الصراط المستقیم** تو ہمارے دل میں کچھ لوگ ہوں جن کے نمونہ پانے کی ہم دعا کر رہے ہیں۔اگر معلوم ہی نہ ہو کہ ہم کس منزل کو حاصل کرنے کی دعا کر رہے ہیں تو وہ مقام ہم کیسے پائیں گے؟ اُن لوگوں کی زندگیوں کی استقامت کو ہم ہمیشہ ذہن میں رکھیں اور اس کو حاصل کرنے کی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ یقیناً قبول فرمائے گا۔

آج کا خاص پیغام:

خطبہ جمعہ اور نماز بہت اہمیت رکھتے ہیں۔قرآن کریم میں حکم ہے کہ جمعہ کی اذان سنو تو تمام کاروبار (اور مشغلے) چھوڑ کر اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔ہمیں خطبہ میں شروع سے موجود ہونے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور سب کچھ چھوڑ کر مسجد میں آجانا چاہیے۔خطبہ غور سے سننا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اس میں میرے لئے کیا ہے کہ میں آج اپنے ساتھ لے جاؤں؟، ہر کوئی جہاں جاتا ہے وہ ایک خاص چیز وہاں سے لے کر آتا ہے۔میرے خیال میں تربیتی کورس سے آپ وہ بڑا ارادہ لے کر جائیں کہ ہم نے اپنے اندر تبدیلی لانی ہے۔اللہ تعالیٰ خود ہمارے دلوں میں وہ وسعت پیدا کردے جس کی وجہ سے ہم بولنے کی طاقت پائیں اور جب ہماری زبانوں کی گرہ کھل جائے تو ہم بات کو سمجھا سکیں اس حالت کو پانے کے لئے ہمیں نبیین ،صدیقین ،شہدا، صالحین کے نمونے اپنانے ہوں گے ۔اور دلوں کو صاف رکھنا ہوگا، اپنی عبادات کی طرف توجہ دینی ہوگی۔

دُعا:

میں اس دُعا پر اپنا خطبہ ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو امن والا ملک بنادے، اس کو پاکستان بنادے یعنی اس کو پاک کردے، اس کو گندگیوں سے پاک کردے، اسے حفاظت عطا فرمائے اور جو کالے بادل منڈلا رہے ہیں اُن سے کوئی نقصان نہ پہنچے، نہ کسی جماعت کو، نہ کسی پاکستانی کو، چاہے وہ جس دین یا فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔اللہ تعالیٰ لوگوں کو جس طریقے سے وہ بہتر سمجھے ہدایت عطا فرمائے۔اس ملک کی خاطر، اس دین کی خاطر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی خاطر، اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی عزت اس ملک میں قائم کرے اور ہماری جماعت کو بھی اپنے فرائض سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے والا بنائے۔اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفا عطا فرمائے ۔تمام ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری کرے اور بیواؤں اور یتیموں اور مسکینوں کا سہارا بنے ۔اللہ تعالیٰ بے اولادوں کو اولاد عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ طالب علموں کو کامیابی عطا فرمائے اور ان کے علم میں اضافہ فرمائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں جو تربیت اس کورس میں ملی اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سے

بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی بے مثال محبت

آپ کی تحریرات کی روشنی میں

اعلیٰ درجہ کا نور

''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا تھا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا، غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا، صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسان کامل میں۔ جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۰)

جس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہوسکتا

''میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵)

اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔'' (سراج منیر صفحہ ۷۲)

اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا

''جو لوگ ناحق خدا سے بےخوف ہوکر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔'' (پیغام صلح صفحہ ۳۰)

عربی منظوم کلام

اپنے عربی منظوم کلام میں اپنے آقا کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

يَا حِبِّ اِنَّکَ قَدْ دَ خَلْتَ مَحَبَّةً

فِيْ مُهْجَتِيْ وَمَدَارِ کِيْ وَ جَنَا نِيْ

اے میرے محبوب تیری محبت میری جان اور میرے حواس اور میرے دل

میں سرایت کر چکی ہے۔(آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۵۹۴)

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا

یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

(اے میرے معشوق) تیرا عشق میرے جسم پر (کچھ) اس طرح غلبہ پا چکا ہے کہ (وفورِ جذبات کی وجہ سے) وہ تیری طرف اڑا جاتا ہے۔ کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی (اور میں اڑ کر تیرے پاس پہنچ جاتا)۔

(آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۵۹۴)

اِنِّیْ اَمُوْتُ وَلَا تَمُوْتُ مَحَبَّتِیْ

یُدْرٰی بِذِکْرِکَ فِی التراب نِدَائِیْ

(اے میرے پیارے) میں تو (ایک دن) اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا لیکن میری (وہ) محبت (جو میں تجھ سے کرتا ہوں اس) پر کبھی موت نہیں آئے گی (کیونکہ) میری (قبر کی) مٹی سے تیری یاد میں (جو) آوازیں بلند ہوں گی (وہ یہی ہوں گی اے میرے محبوب محمدؐ۔ اے میرے معشوق محمدؐ۔ اے میرے پیارے محمدؐ)۔(منن الرحمٰن، صفحہ ۲۵)

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا

فِیْ هٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٍ

اے میرے رب تو اپنے نبی ﷺ پر اس جہان میں بھی درود نازل فرما اور دوسرے جہان میں بھی درود نازل فرما۔(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۹۳)

فارسی منظوم کلام

اپنے فارسی منظوم کلام میں اپنے معشوق سے عشق کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

خدا تعالیٰ کے بعد میں محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں دیوانہ ہو چکا ہوں اگر اس عشق کی دیوانگی کا نام کوئی کفر رکھتا ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں (کیونکہ آپ ﷺ سے میں شدید محبت رکھتا ہوں)۔(ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۶)

ہر تار و پود من بسر اید بعشق او

از خود تہی و از غم آں دلستاں پرم

آپ ﷺ کا عشق میرے وجود کے ہر رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے اور میں اپنے آپ سے خالی اور اس محبوب کے غم سے پر ہوں۔(ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۶)

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است

خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است

میری جان اور دل محمد ﷺ کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک نبی اکرم ﷺ کی آل کے کوچہ پر قربان ہے۔(اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ ۱۸۸۴ء)

در رہ عشق محمدؐ ایں سر و جانم رود

ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہو جائیں۔ یہی میری تمنا ہے اور یہی میری دعا ہے اور یہی میرا دلی ارادہ ہے۔

(توضیح مرام، صفحہ ۱۱)

اُردو منظوم کلام

اپنے اُردو منظوم کلام میں اپنے پیشوا کا کچھ اس طرح ذکر فرماتے ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر

لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، صفحہ ۶۵)

ربط ہے جان محمدؐ سے میری جاں کو مدام

دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت

اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

(درثمین صفحہ ۱۳)

اے میرے آسمانی آقا! اس ابتلائے عظیم سے نجات بخش

''مخالفین نے ہمارے رسول ﷺ کے خلاف بیشمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلق کثیر کا گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی

چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر ﷺ کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں۔ میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش۔" (آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۱۵)

تمام آدم زادوں کے لئے ایک ہی رسول اور ایک ہی شفیع

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن، اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد ﷺ اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے"۔

(کشتی نوح، صفحہ ۱۳)

ہمیشہ کے لئے جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا نبی

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔" (تریاق القلوب، صفحہ ۷)

نبی کریم ﷺ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم

"میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گذر چکے تھے۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ ﷺ نے کی۔ ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ وہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت وحرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی کریم صلعم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔" (ملفوظات جلد ۲، صفحہ ۱۷۴)

عربی منظوم کلام

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے عربی منظوم کلام میں اپنے آقا کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ
يَسْعَى اِلَيْكَ الْخَلْقُ كَا لظَّمْآنِ

اے اللہ تعالیٰ کے فیض اور عرفان کے چشمے! لوگ تیری طرف سخت پیاسے کی طرح دوڑتے چلے آرہے ہیں۔

يَا بَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ
تَهْوِي اِلَيْكَ الزُّمَرُ بِالْكِيْزَانِ

اے انعام کرنے والے اور نہایت ہی محسن خدا کے فضلوں کے سمندر! لوگ گروہ در گروہ کوزے لئے ہوئے تیری طرف بھاگتے چلے آرہے ہیں۔

اُنْظُرْ اِلَيَّ بِرَحْمَةٍ وَتَحَنُّنٍ
يَا سَيِّدِيْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

(اے میرے محبوب) مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کیجئے اے میرے آقا میں آپ کا ناچیز غلام ہوں۔

مِنْ ذِكْرِ وَجْهِكَ يَا حَدِيْقَةَ بَهْجَتِيْ
لَمْ أَخْلُ فِيْ لَحْظٍ وَّ لَا فِيْ آنٍ

اے میرے خوشی اور مسرت کے چشمے! میں کسی لحظہ اور کسی وقت آپ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتا۔ (آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۵۹۰، ۵۹۴)

فارسی منظوم کلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام منظوم کلام میں اپنے محبوب آقا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عجب نوریست درجان محمدؐ
عجب لعلیست درکان محمدؐ

محمد رسول اللہ ﷺ کی جان میں عجیب قسم کا نور ہے اور آپ کی کان میں حیرت انگیز لعل ہیں۔

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم
کہ دارد شوکت و شان محمدؐ

میں دونوں جہانوں میں کوئی ایسا فرد نہیں پاتا جو محمد ﷺ جیسی شان و شوکت رکھتا ہو۔

سرے دارم فدائے خاک احمدؐ
دلم ہر وقت قربان محمدؐ

میرا سر احمد ﷺ کی خاک پر فدا ہے اور میرا دل ہر وقت آپؐ پر قربان۔
(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء صفحہ ۱)

یادِ آن صورت مرا از خود برد
ہر زمان مستم کند از ساغرے

اس (محبوب) کی یاد مجھے بے خود بنا دیتی ہے اور وہ ہر وقت مجھے (اپنے عشق کے) ساغر سے مست رکھتا ہے۔ (دیباچہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۹)

اُردو منظوم کلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پیارے آقا کا ذکر اپنے اُردو منظوم کلام میں کچھ اس طرح کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، صفحہ ۶۵)

خدا نما

''ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے:

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پر کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے۔ جیسے اجسام کے لئے سورج وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑوں کو۔''

(چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۲۸۹)

سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ نبی

''چونکہ آنحضرت ﷺ اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیاو صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلی و اصفی تھے اس لئے خدائے جل شانہ نے

ان کو عطر کمالاتِ خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ و دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔'' (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۳ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۲)

مجدد اعظم

''ہمارے نبی ﷺ اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپؐ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے ان سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت ﷺ کے نصیب نہیں ہوئی۔''

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴)

ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں

''وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

(برکات الدعا، صفحہ ۱۰، ۱۱)

انسان کامل اور کامل نبی

''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پرزور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔'' (اتمام الحجۃ صفحہ ۲۸)

جس کے ساتھ ہم۔۔اس عالم گزران سے کوچ کریں گے

''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُب لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہی ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔'' (ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۷)

نُور کی مشکیں

حضرت بانیء جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اُسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لیے آتے ہیں اور ایک نے ان سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم۔'' (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۵۷۶)

☆☆☆☆

ایک پرعزم، خدا پر کامل اور غیر متزلزل ایمان کا مجسم

حضرت مولانا صدرالدین مرحوم و مغفور

ناصر احمد۔ (لندن)

آج سے تقریباً ۳۹ سال پہلے ۱۵ نومبر ۱۹۸۱ء کو حضرت مولانا صدرالدین صاحب (امیر دوم) اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ایک مدت تک ہم جامع احمدیہ بلڈنگس میں ان کی تقاریر اور خطبات سنتے رہے۔ ہم ان کے وجود کو احمدیہ بلڈنگس میں یوں محسوس کرتے تھے جیسے کوئی شفیق باپ اپنے خاندان کے افراد کی مشفقانہ سرپرستی کرتا ہو۔ ان کی پُر اثر شخصیت، خود اعتمادی، حوصلہ مندی، شجاعت پوری جماعت کے لئے بالعموم اور احمدیہ بلڈنگس کے مکینوں کے لئے بالخصوص بڑی ڈھارس کا موجب تھی۔ مختلف نازک اور پُر خطر موقعوں پر ہم ان کے ایمان اور حوصلہ سے اپنی ہمتوں کو بڑھانے اور مشکلات کو برداشت کرنے کی قوت پاتے۔ ان کی نفاست پسندی، نیکی، پاکیزگی، شگفتہ مزاجی اور دین سے لگاؤ ہمیں نیک زندگی گذارنے کے لئے ایک نئی امنگ اور شوق بخشا۔ حضرت مولانا مرحوم حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ سے فیض یافتہ تھے جن کے رخصت ہونے سے تحریک احمدیہ لاہور کے سنہرے دور کی ایک اور نہایت اہم نشانی رخصت ہوئی۔ احمدیہ بلڈنگس ایک ایسے بزرگ سے محروم ہوگئی جو اس کی عظمت رفتہ کا ایک نشان تھا۔ خداوند کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ حضرت مولانا مرحوم پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرماتا رہے۔ اور انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

اے خدا بر تربتِ او بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

حضرت مولانا مرحوم نہایت ہی اعلیٰ پایہ کے مقرر تھے۔ ان کا طرز بیان نہایت سادہ لیکن دلکش اور پُر اثر ہوتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسلامی تاریخ کے واقعات کو اس طریق پر بیان کرتے کہ واقعات ذہنوں میں محفوظ ہو جاتے۔ اپنی تقاریر اور خطبوں میں ہر جملہ اور ہر دلیل اس یقین اور خود اعتمادی سے بیان کرتے کہ سننے والے پر دیر تک اس کا اثر رہتا۔ وہ اکثر اپنے خطبوں میں خداخوفی کی زندگی گذارنے پر بہت زور دیتے تھے۔ آج بھی ان کے ادا کئے ہوئے قرآن مجید کے الفاظ اتقو اللّٰہ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان میں کافی کمزوری آ چکی تھی اور حضرت مولانا مرحوم اوپر کی منزل سے نیچے نماز کے لئے مسجد میں نہ آ سکتے تھے لیکن اس حالت میں بھی ان میں ہمیشہ جیسی تمکنت، ہمت اور عزم موجود تھا۔ ان کی زندگی کے آخری سال کی بات ہے۔ تربیتی کورس کے لئے نوجوان مختلف جماعتوں سے مرکز میں تشرلف لائے ہوئے تھے۔ نوجوانوں کا حضرت مولانا سے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ اس پروگرام کا انتظام محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے کیا تھا چنانچہ سب نوجوانوں کے ہمراہ وہ خود بھی تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ شاید کمزوری کے باعث حضرت مولانا نوجوانوں سے کچھ خطاب نہ کر سکیں گے اس لئے انہوں نے کہا کہ مولانا نوجوانوں کے لئے دعا فرماویں۔ ڈاکٹر صاحب کی توقع کے خلاف حضرت مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: ''ٹھہریئے'' ہم سب یک لخت حضرت مولانا کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے نوجوانوں کو نصیحت فرمائی کہ:

''وہ جہاں بھی ہوں جس کام میں بھی مصروف ہوں، ملک میں ہوں یا ملک سے باہر ہوں، تعلیم حاصل کر رہے ہوں یا تجارت کرتے ہوں، اپنی زندگی کو خدا سے ڈر کر گذاریں کیونکہ یہی اسلام ہے اور اسی میں کامیاب زندگی کا راز مضمر ہے۔''

حضرت مولانا نے چند منٹ تک اسی قسم کی نوجوانوں کو نصیحتیں فرمائیں اور پھر دُعا کی۔

تحریک احمدیہ لاہور کی ترقی اور استحکام میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا حصہ اہمیت کے لحاظ سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ انگریزی اخبار ''لائٹ'' کا اجرا ہو یا پیغام صلح کا ابتدائی دور، انجمن کے تعلیمی میدان میں کارہائے نمایاں ہوں یا انگریزی ترجمۃ القرآن کے پہلے ایڈیشن کی انگلستان میں طباعت واشاعت، ووکنگ مسلم مشن کی اسلامی خدمات ہوں یا ماہنامہ اسلامک ریویو کی ادارت، جرمن مسلم مشن کا قیام ہو یا برلن مسجد کی تعمیر، انجمن کے لئے زرعی زمینوں کا حصول ہو یا احمدیہ بلڈنگس میں مارکیٹوں کی تعمیر، غرضیکہ ہر ایک کام میں حضرت مولانا کی ہمت، استقلال، قوتِ ایمانی، شجاعت، اسلام کے لئے محبت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔

انگلستان کی ایک نومسلم خاتون مسز آولوٹوٹو نے ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں خدمات کا ذکر ''مشرق کے تین دانشور'' کے عنوان سے انگریزی کی کتاب اسلام اور جائیس یعنی ''میرا قبول اسلام'' میں کیا ہے۔ اور اس ضمن میں حضرت مولانا صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

''ووکنگ مسجد میں ہر اتوار کو لیکچر ہوتے تھے۔ یہ لوگ مشرق سے آئے تھے اور اپنے دین کی دعوت وتبلیغ کے لئے سب کچھ قربان کر کے مغرب کی انجان بستی ووکنگ میں آبیٹھے تھے۔ یہاں کے باسی ان کی بدیسی ذات اور ان کے اجنبی مذہب کے خلاف تھے۔ بڑی مخالفت ہوئی مگر ان نو وارد دین کا صبر گویا پتھر کی طرح مضبوط تھا۔ ہم ان مشرقیوں کو سنتے۔ وہ تین تھے۔ ان کے سروں پر خوبصورت پگڑیاں تھیں۔ اس وقت ہم ان کو مشرق کے وہ تین دانشور خیال کرتے تھے جن کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سلسلہ میں آتا ہے کہ وہ ایک ستارے کی رہنمائی میں ایک ایسے مہد کی تلاش میں سرگرداں تھے جس میں ایک معصوم وحسین بچہ آرام کر رہا ہے۔ (جس کا ذکر بائبل میں ہے)۔ اُس وقت میں بچی تھی اور اپنے والد مرحوم کے ساتھ اکثر مسجد ووکنگ آیا کرتی تھی اور خیال کرتی تھی کہ یہ تینوں یعنی منشی نور محمد صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب وہی تین دانشور ہیں جو کتاب میں شائع شدہ تصویر میں دکھائے گئے ہیں۔ جب میں جوان ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ واقعی مشرق کے تین دانشور تھے جو ایک ستارہ یعنی اسلام کی پیروی کرتے ہوئے اس مہد کی تلاش میں یہاں آنکلے تھے، وہ اسلام کی پرورش وتربیت کے لئے اور اس کو پروان چڑھتے دیکھنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر کے اس اجنبی دنیا میں آبیٹھے تھے۔ وہ مہد جو انہوں نے تلاش کیا ووکنگ مسجد تھی۔

میں آج سوچ رہی ہوں کہ وہ تین دانشور جو یہاں ایک مہد کی تلاش میں اپنا گھر بار، دوست احباب چھوڑ کر آئے تھے پوری طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہیں اور ان کی قربانیاں مقبول ہیں۔ ایک وقت تھا کہ عید کے موقع پر چند افراد دیکھنے میں آتے تھے مگر آج ہزاروں لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں۔ کاش وہ تینوں دانشور اس منظر کو دیکھتے۔ مگر اب ان میں سے صرف ایک حضرت مولانا صدر الدین صاحب دیکھنے والے رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بہترین نوازشوں سے متمتع فرمائے جنہوں نے انگلستان میں اسلام کا بیج بویا''۔

اب وہ تیسرا دانشور بھی ہم سے رخصت ہو چکا ہے اور ہم ان کی یاد کو تازہ رکھنے کی کوشش میں ہیں۔

اب ذرا مغربی جرمنی کے شہر برلن چلیں جہاں حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا زندہ وجاوید کارنامہ برلن مسجد موجود ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت مولانا کی طرح اس کی عمارت بھی کشادہ، پرشکوہ اور نفیس ہے۔ اس کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ یورپ کے مرکز میں ایسی شاندار مسجد کی تعمیر کیونکر ممکن ہوسکی۔ یہ مسجد جماعت احمدیہ لاہور کے مخلص مردوں اور عورتوں کا مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے بے مثال جذبہ اور قربانی کا زندہ ثبوت ہے۔

حال ہی میں ایک جرمن نومسلم صحافی نے جرمنی میں اسلام کی تاریخ کے موضوع پر کتاب شائع کی ہے۔ جس میں ایک پورا باب جرمن مسلم مشن اور برلن مسجد کی اسلامی خدمات کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اس باب کا جرمن سے انگریزی میں ترجمہ ہمارے نومسلم نوجوان بھائی سلیم احمد صاحب نے لندن سے ارسال کیا

ہے۔ جو لائٹ اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔ اس وقت موقع کی مناسبت سے چند اقتباسات کا ذیل میں اُردو ترجمہ درج ہے:

''جرمنی میں ۱۹۲۴ء تک صحیح معنوں میں مسلم تنظیم کا وجود نظر نہیں آتا مگر ۱۹۲۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور پاکستان (جو ربوہ/ قادیان کی احمدیہ تحریک یا مشن سے الگ ہے) کے ہندوستانی امام مولانا صدرالدین صاحب نے برلن میں مسجد کی تعمیر کے ارادے سے ایک مسلم انجمن قائم کی۔ اس مسجد کو لاہور (پاکستان) میں موجود ان کی جماعت کے منصوبہ کے مطابق یورپ میں اسلامی مرکز کے طور پر استعمال ہونا مقصود تھا''۔

''اس مسجد کا افتتاح ۲۶ اپریل ۱۹۲۵ء کو مسلم انجمن برلن کے سربراہ مولانا صدرالدین صاحب کے ہاتھوں ہوا۔ اس اہم تقریب میں شرکت کرنے والی ممتاز شخصیتوں میں کمال پاشا سمیع، سفیر ترکی، ایرانی سفیر جناب سری ہوس ساتنا صدری اور افغانستان کے سفیر سردار غلام صدیق خان صاحب بھی شامل تھے۔۔۔۔ شروع سے ہی برلن مسجد مسلمانوں اور دیگر اقوام کے لئے کھلی رکھی گئی۔ افتتاح کی تقریب کے موقع پر امام صاحب نے فرمایا:

''ہماری مسجد فراخدلی کے ساتھ خدا کی وحدانیت اور انسانی بھائی چارہ کا درس دیتی رہے گی۔ یہ عبادت گاہ ہمیشہ یہ واضح کرتی رہے گی کہ ہم سب کا آقا صرف اور صرف خدائے واحد ہی ہے۔ یہ اس ملک میں بانگ دہل اعلان کرتی رہے گی کہ ہم بلاتفریق تمام انبیاء کی تعظیم کرتے ہیں خواہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نیز اس امر کا بھی اعلان کرتی رہے گی کہ ہم تمام صحفِ مقدسہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ خواہ وہ عہد نامہ جدید ہو یا عہد نامہ عتیق یا قرآن مجید''۔

''۱۹۳۹ء تک اس مسجد سے جرمن زبان میں خاصی تعداد میں قیمتی تصانیف منظر عام پر آئیں۔ جس کا ایک بڑا حصہ آج بھی برلن فری یونیورسٹی لائبریری اور واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں موجود ہے۔

''۱۹۳۸ء میں مسجد کا ایک نادر تحفہ یعنی قرآن کریم کا پہلا بمع عربی متن جرمن ایڈیشن مترجمہ مولانا صدرالدین صاحب شائع ہوا۔ فاضل مترجم نے ترجمہ کے ساتھ تفسیر کا اضافہ بھی کیا۔ اس کا دیباچہ جرمن اور عیسائی قارئین کے لئے بے حد مفید ثابت ہوا۔ اس کے دیباچہ میں حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں: ''جرمن میں اسلام کو غیر متعصّبانہ ممنونیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ مجھے یقین کامل ہے کہ جرمنی کے عوام ایک مسلمان کا کیا ہوا جرمن میں ترجمہ کو بھی دوستانہ خوش آمدید کے ساتھ قبول کریں گے۔

''برلن مسجد میں رکھی گئی مہمانوں کے تاثرات کی کتاب کے مطالعہ سے اس کی بین الاقوامی حیثیت کا پتہ چلتا ہے جو جنگ عظیم دوم کی ابتداء تک اس اسلامی مرکز کو حاصل تھا۔ چند مہمانوں کے نام یہ ہیں:

'' صدر لیگ آف نیشنز، سر آغا خان ۔ چیف آف دروزی امیر شکیب ارسلان، اس وقت کے مراکش کے شیخ الاسلام کے صاحبزادے موسیٰ ودہالی، مہاراجہ آف بردوہ، سر مرزا اسماعیل وزیر اعظم میسور، بھوپال کے وزیر مملکت میر لائق علی اور جسٹس سر عبدالقادر۔ اس کتاب میں برلن کے مقام پر ۱۹۳۶ء کی اولمپک کھیلوں میں حصہ لینے والے مسلمان کھلاڑیوں کے بھی دستخط موجود ہیں''۔)

''اس بات کا ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ عظیم اسلامی مفکر، فلاسفر اور شاعر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ جن کی وفات ۱۹۳۸ء میں ہوئی اس مسجد کے دوست اور معاون تھے''۔

یہ پورا مضمون نہایت دلچسپ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی اسلامی خدمات نہایت درخشاں ہیں ان کی شخصیت اور ان کے کارنامے احمدی نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے حالات کو پڑھیں ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگیوں میں نیک مقاصد کے حصول کے لئے جذبہ اور ایمان کو پیدا کرنے کی کوشش کریں اور خدا کی رحمتوں کے وارث بنیں۔

☆☆☆☆

سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ولادت، بچپن، جوانی اور نزولِ قرآن سے قبل کے چند واقعات

انتخاب از: احمد مرتضیٰ (ملتان)

چشمہ زمزم کی تلاش میں کامیابی:

جب خالق کون ومکان کے ہاں محبوب ارض وسما کے ظہور کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور زمین وآسمان کو منوّر کرنے کے لئے روحانی سورج کے ظہور کا زمانہ قریب آ رہا تھا اسی دور میں عبدالمطلب نے گم شدہ چاہِ زمزم کی تلاش زوروں سے شروع کر دی۔ آخر یہ گمشدہ چشمہ مل گیا۔ کسے معلوم تھا کہ اس زمینی چشمہ کے ملنے کے بعد اس سرزمین سے عنقریب وہ روحانی چشمہ جاری ہونے والا ہے جس سے عام دنیا کو سیراب کیا جائے گا اور ابراہیم خلیل اللہ کی دُعا اور ابن مریم مسیحا علیہ السلام کی بشارت کے پورا ہونے کے دن قریب ہیں۔

ذبیح اللہ:

جس طرح آنحضرت ﷺ کے جدِ امجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ کا مقام حاصل ہے ایسے ہی حضور ﷺ کے والد بزرگوار کے بارے میں بھی عبدالمطلب نے یہ منت مانی تھی کہ اگر چاہ زمزم کی تلاش میں کامیابی ہوئی تو میں اپنے ان بیٹوں میں سے ایک فرزند کو خدا کی راہ میں قربان کر دوں گا۔ قرعۂ فال حضرت عبداللہ کے نام نکلا مگر اس کے عوض ایک سو اونٹ قربان کیا گیا کہ رحیم وکریم خدا کو ان کی پشت سے نورِ محمدؐ کا ظہور منظور تھا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا انا ابن الذبیحین اور حضرت عبداللہ کو اس جہان فانی میں اتنی مختصر زندگی ملی کہ شادی کے بعد آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے قبل ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔

کفر اور اسلام میں اعلان جنگ:

آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے قبل یمن کے والی ابرہہ الاشرم نے کعبۃ اللہ کی عزت واحترام ختم کرنے کے لئے یمن میں ایک معبد تیار کروایا مگر جب عربوں کا رجحان اس طرف نہ ہوا تو کعبہ کو تاراج کرنے کے ارادے سے ساٹھ ہزار کا لشکر اپنے منہ زور ہاتھیوں سمیت لے کر مکّہ پر چڑھائی کر دی۔ مکّہ کے باہر پڑاؤ ڈالا اور ظالمانہ فوج کشی کے آداب کے تحت اس کے سپاہی مکہّ کے جانور بھی ہانک کر لے گئے اس پر حضرت عبدالمطلب جو مکّہ کے سردار تھے ابرہہ کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ ہمارے جانور ہمیں دلوائے جاویں۔ جانور تو اس نے عبدالمطلب کی وجاہت اور نجابت سے متاثر ہو کر دیدیئے مگر کہا کہ ”میں تمہارے کعبہ کو مسمار کرنے آیا ہوں“ مگر تم نے اس کی فکر نہ کی اور اپنے اونٹوں کی فکر کی“ عبدالمطلب نے ایک عجیب ایمان اور یقین میں ڈوبے ہوئے انداز سے کہا کہ ”میں تو صرف اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے مجھے ان کی فکر ہے۔ مگر کعبہ کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا“۔

اس جواب پر ابرہہ بہت سیخ پا ہوا اور کہنے لگا: ”اچھا میں پھر دیکھوں گا کہ اس گھر کا مالک مجھے اس سے کیسے روکتا ہے۔“

مگر خدا تعالیٰ کی تدبیر کے آگے اس کا تمام غرور اور تکبر خاک میں مل گیا اور آن واحد میں وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت تباہ و برباد کر دیا گیا۔ الغرض اس دن ہی اسلام اور کفر کی جنگ کا اعلان کر دیا گیا تھا اب آئندہ جو بھی کعبۃ اللہ کے مالک کے ارادوں سے مزاحم ہوگا اسے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ اور وہ وقت آتا ہے کہ دین الٰہی کے مقابلہ پر باطل پرستی کا سر کچل کر رکھ دیا جائے گا۔

محافظ کعبہ کی پیدائش:

اللہ رب العزت کو جو اُلفت اور محبت اپنے محبوب سے تھی اُس نے یہ بھی

گوارا نہ کیا کہ جب آپؐ اس دنیا میں رونق افروز ہوں تو ان پر کسی اور کا سایہ ہو۔ ان کا محافظ اور نگہبان صرف وہ ربّ العالمین ہو جو آپؐ کو انسانیت کی بہبود کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیج رہا ہے۔ قریش کے قبیلہ بنو زہرہ کی آمنہؓ بنت وھب کو آپؐ کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہوا جبکہ آپؐ کے والد عبداللہ آپؐ کی ولادت سے قبل ہی ایک تجارتی سفر کے دوران مدینہ میں انتقال فرما گئے۔

حضرت آمنہ کو رویائے صادقہ کے ذریعہ دکھلایا گیا تھا کہ ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور تلقین کی گئی کہ اس کا نام ''محمد'' رکھنا نیز انہوں نے ایک رویاء دیکھی کہ میرے جسم سے ایک چمکتا ہوا نُور نکلا ہے اور وہ دُور دراز علاقوں میں پھیل گیا ہے۔''

۹۔ ربیع الاوّل بروز شنبہ اس عالم کون و مکان کو روشن کرنے کے لئے محبوب خدا سرور دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ سراجاً منیراً بن کر سپیدیٔ صبح کے ساتھ اس جہان میں تشریف لائے۔ اور وہ ''دعائے خلیل'' اور نوید مسیحا'' جس کا تمام نوشتوں میں ذکر چلا آرہا تھا اور دنیا کی نگاہیں جس کی منتظر تھیں، اس نے ظہور فرمایا۔۔۔ دفعتاً ایک انقلاب برپا ہو گیا، دُور دراز نیک اور خدا دوست ہستیوں کو آپ کی پیدائش کا علم دے دیا گیا اور وہ توحید کی داستان جسے صدیوں سے فراموش کر دیا گیا تھا اس کا نقطۂ آغاز نمودار ہوا۔

انتہائی بچپن میں آپؐ کے قلب اطہر کی صفائی:

آپؐ نے اپنی زندگی کے ابتدائی چار سال بنو ہوازن کی ایک۔۔۔ پاک باز خاتون حلیمہ سعدیہ کی گود میں گذارے اور وہ آپؐ کی رضاعی والدہ کہلائیں۔ اس عرصہ میں ایک واقعہ گذرا جسے ''شق صدر'' کا واقعہ کہا جاتا ہے۔ آپؐ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اچانک دو سفید پوش آدمی نظر آئے جنہوں نے آپ کو لٹا کر آپؐ کا سینہ چاک کیا اور آپؐ کا دل نکال کر مصفّیٰ کرنے کے بعد واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اس واقعہ کو دوسرے بچوں نے بھی دیکھا اور آنحضرت ﷺ کو بھی یہ واقعہ یاد رہا۔ یہ دراصل عین بیداری کا کشف تھا جس میں دیکھنے والے بھی گواہ کے طور پر شامل کر لئے گئے۔

اور اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یہ بچہ اپنے قلب اطہر کے ساتھ کروڑوں اور اربوں دلوں کی پاکیزگی کا باعث ہوگا۔ اور جہان کے تزکیہ نفوس کا باعث بھی ہوگا۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا ہے یہ بیت الحرام کو شرک اور بتوں کی تمام آلائشوں سے منزہ کر دے گا اور توحید کا پھر سے اس عالم میں بول بالا ہوگا۔

ایک یتیم بچہ کا والدہ کی گود سے محروم ہو جانا:

جب ہم اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بچپن کے حالات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ورطہ حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کن مخالف اور نامساعد حالات میں حضورؐ کا بچپن پروان چڑھ رہا ہے۔ قدم قدم پر ایک چھوٹے سے بچہ کے لئے کتنی بڑی بڑی مصیبتوں اور پریشانیوں کے پہاڑ کھڑے نظر آتے ہیں۔ اوّل تو آپؐ پیدا ہوئے تو والد کا سایہ نہ تھا۔ اب آپؐ چھ سال کے ہوتے ہیں تو آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا مدینہ کے سفر سے واپسی پر راستہ میں ہی انتقال ہو جاتا ہے۔ اب آپؐ مکمل یتیم تھے۔ اس عظیم صدمہ کے وقت گو آپؐ شعور کی ابتدائی منزل میں تھے تاہم اس واقعہ نے آپ کے دل پر بہت گہرا اثر چھوڑا اور طبعی طور پر آپؐ کے دل میں مصیبت زدوں اور غم کے ماروں کے ساتھ ہمدردی کا جو جذبہ کارفرما تھا، وہ بچپن میں آپؐ کے دل پر والدہ کی وفات سے اچانک گھائل ہو جانے کا ایک یقینی نتیجہ تھا۔ اور اس مکمل یتیمی کی حالت کو دیکھ کر کون یہ اندازہ کر سکتا تھا کہ یہ آج کا بیکس اور یتیم بچہ کل کو عرب و عجم کا بادشاہ ہوگا اور کروڑوں لوگ اسے اپنا پیشوا اور نجات دہندہ اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت غیر مترقبہ یقین کریں گے۔ جوں جوں دُنیا کے اسباب منقطع ہوتے گئے اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اپنے افضال اور رحمتوں کا نزول شروع کر دیا۔

عبدالمطلب کا آسرا بھی ٹوٹ گیا۔

والدہ کی وفات کے بعد آپؐ اپنے عظیم دادا عبدالمطلب کے زیر سایہ پروان چڑھ رہے تھے۔ آپؐ کے دادا کو آپؐ سے بہت پیار تھا۔ ایک تو اس لئے کہ مرحوم بیٹے کی نشانی تھے پھر آپؐ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ مزید

بران اس ژرف نگاہ بوڑھے کو آپ کی پیشانی پرعظمت اور سر بلندی کی علامات جھلکتی نظر آتی تھیں، جس کی وجہ سے وہ ہر دم اس باعث کون و مکان کو اپنے سینے سے چمٹائے رکھنے اور کسی دم بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے حتیٰ کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت بھی آپ کو اپنے کندھوں پر بٹھا لیتے۔ کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ جو آج اپنے بوڑھے دادا کے کندھوں پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے کل کو اسی بیت العتیق کی سر بلندی اور عظمت کا باعث ہوگا۔ حضرت عبدالمطلب مکہ کے سردار تھے جب خانہ کعبہ میں مجلس لگا کر شہ نشین پر بیٹھتے تو کسی دوسرے سردار کو حتیٰ کہ ان کے کسی فرزند کو بھی ساتھ بیٹھنے کی جرأت و حوصلہ نہ تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ ہنستے کھیلتے محبت کے جوش میں سیدھے شہ نشین پر ساتھ جا بیٹھتے آپؐ کے چچا بعض اوقات اس جرأت پر آپ کو ٹوکتے مگر عبدالمطلب آڑے آ جاتے۔ اسی مسرّت و شادمانی میں اس بے آسرا بچہ کے دن گذر رہے تھے کہ یک دم عبدالمطلب کو پیغامِ اجل آ گیا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضورؐ کے قلب پر اس قدر گہرا غم لگا کہ آپؐ عبدالمطلب کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔

چچا ابو طالب کی کفالت اور بحیرا راہب کا کشف:

ابو طالب آپؐ کے چچا تھے اس لئے عبدالمطلب نے جب اپنا آخری وقت قریب محسوس کیا تو آپؐ کا ہاتھ ابو طالب کے ہاتھ میں دیا اور وصیّت کی کہ آپؐ کا خاص خیال رکھیں۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ ابو طالب نے اپنے باپ کی اس وصیت پر خوب عمل کیا بچپن میں کسی دم بھی آپ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیا حتیٰ کہ رات کے وقت اکثر اپنے ساتھ ہی سُلاتے تھے۔

آپؐ ابھی بارہ سال کے تھے کہ ابو طالب کو شام کا سفر درپیش ہوا۔ چونکہ آپ ابھی جوانی کے ابتدائی مراحل سے گذر رہے تھے اور ان دنوں کے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے قابل نہ تھے اس لئے شروع میں ابو طالب ہمراہ لے جانے پر رضامند نہ ہوئے۔ مگر آپؐ کی ضد پر آپ کو ساتھ لے لیا گیا جب یہ قافلہ شام کے قریب بُصریٰ کے مقام پر پہنچا تو ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ وہاں ایک عیسائی راہب بحیرا نامی رہتا تھا اس نے کشفی حالت میں دیکھا کہ تمام شجر و حجر سجدہ ریز ہو گئے ہیں وہ خوب جانتا تھا کہ الٰہی نوشتوں کے مطابق عنقریب ملک عرب میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے اس کی چھٹی حس جا گی اور اس نے اپنی فراست سے محسوس کیا کہ یہ قافلہ جو عرب سے آیا ہے اس میں ضرور وہ ظہور کرنے والا وجود موجود ہے اور موقعہ پا کر اس نے حضور کو پہچان لیا۔ اور قافلہ سالار ابو طالب سے کہا کہ اس بچہ کے یہ آثار ہیں اور نوشتوں کے مطابق اور اس کی پیشانی کے آثار یہ بتلاتے ہیں کہ یہ نبی کر کے مبعوث کئے جانے والا ہے۔ تم اہل کتاب سے اسے محفوظ رکھنا، وہ ضرور اسے گزند پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اسے یہ خبر نہ تھی کہ اس بچہ کی زندگی کی کشتی کو کس کس منجدھار سے نکال کر اللہ تعالیٰ نے اس عمر تک پہنچایا ہے۔

معاہدہ حلف الفضول میں حضور ﷺ کی شرکت

آپؐ نے انتہائی بچپن اپنی رضاعت کے دوران بنو سعد میں گذارا اور ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ بکریاں چراتے رہے مگر تاریخ و واقعات شاہد ہیں کہ کبھی بھی فضول اور لغو کاموں میں آپؐ نے شرکت نہ کی۔ اگر کبھی غزل اور شعر و شاعری اور کہانیاں سننے کا ارادہ بھی کیا تو حکمتِ خداوندی نے خود آپ کو اس سے دُور رکھا۔ اور اگر جنگ کا موقعہ آیا تو بجائے لڑنے کے صرف اپنے بزرگوں سے تعاون اور امداد تک اپنے آپ کو محدود رکھا۔ جب آپ عین جوانی میں تھے اور عُمر بیس سال سے تجاوز کر رہی تھی تو آپ ایک معاہدہ ''حلف الفضول'' میں شریک ہوئے جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ''ہم ہمیشہ حق دار کو اس کا حق حاصل کرنے میں مدد دیں گے اور ظالم کو ظلم سے روکیں گے۔''
اس رجحان سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود بھرپور جوانی کے جوامنگوں اور ولولوں کا دور ہوتا ہے آپ کی توجہ محض انسانیت کی خدمت اور مظلوموں کو ظلم کے پنجہ ہائے استبداد سے نجات دلانے کی طرف تھی۔ اور یہ دراصل اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ ایک ایسی اُمت مسلمہ کی بنا ڈالیں گے جو ہمیشہ اس نیک مقصد کے لئے برسرِ پیکار رہے گی کہ مظلوم کا اس کا حق دلوائے اور ظالم کو اس کے ظلم سے ہر طریق کو بروئے کار لا کر روکے رکھے۔

حضرت خدیجہ طاہرہؓ سے آپ ﷺ کی شادی

انسان کا اخلاق، ایمان، صدق وصفا، امانت و دیانت اور کردار کی بلندی تمام سہاروں سے بڑھ کر سہارا ہوتے ہیں۔ آپ گو اس دنیا میں بے آسرا اور بے سہارا تھے مگر آپ نے اپنی راستبازی، صداقت اور ایمانداری کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا رکھا تھا۔ اس پر آپ مکہ میں امین اور صادق کے نام سے مشہور ہو گئے۔ سب آپؐ پر بھروسہ کرتے امانتیں آپ کے پاس رکھواتے۔ ایک موقعہ پر قبیلہ بنو اسد کی ایک نہایت معزز شریف اور دولت مند خاتون خدیجہ بنت خویلد نے اپنا مال تجارت دے کر آپ کو شام کی طرف تجارت کی غرض سے بھجوا دیا۔ آپؐ کی محنت اور دیانت داری نے اس تجارت کو بہت جلد پھل لگایا۔ حضرت خدیجہؓ آپؐ کے اخلاق فاضلہ کو دیکھ کر آپؐ کی گرویدہ ہوگئی۔ اور آپ کو نکاح کا پیغام بھجوایا جسے آپؐ نے اپنے چچا ابو طالب کے مشورہ سے قبول کیا۔ روایت کے مطابق اس وقت آپؐ کی عمر ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر جو عالمِ بیوگی میں تھیں چالیس سال بیان کی جاتی ہے۔

کونے کے پتھر حجرِ اسود کا اپنے مقام پر رکھنا:

انہی دنوں تعمیر کعبہ کا کام شروع تھا اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ بھی اس میں حصّہ لیتے رہے۔ جب قریش کعبہ کی تعمیر کے دوران حجرِ اسود تک پہنچے تو حجرِ اسود کی حرمت اور تقدس کے باعث قبائل میں یہ اختلاف رونما ہو گیا کہ اس مقدس پتھر کو اس کی اصل جگہ پر کون رکھے۔ یہاں پر بھی الٰہی تقدیر کارفرما نظر آتی ہے۔ تمام قبائل نے جو اس اختلاف پر لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے تھے، بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ آج جو سب سے پہلے حرم میں داخل ہوگا وہی اس کا فیصلہ کرے گا آخر تقدیرِ خداوندی کہ حضور تشریف لائے تو سب یک زبان ہو کر پُکار اُٹھے کہ وہ ''امین'' آ گیا چنانچہ آپؐ کے فیصلہ کو حتمی قرار دیا کہ آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر اس میں حجرِ اسود کو رکھ دیا اور تمام قبائل سے کہا کہ وہ چاروں کونے پکڑ کر اس جگہ لے چلیں جہاں حجرِ اسود رکھنا مقصود ہے۔ اس طرح پر آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اس کے اصل مقام پر نصب فرمایا۔ اس امر میں اس طرف اشارہ تھا کہ اس وجود کے ذریعہ تمام قبائل کے اختلافات ختم کر کے انہیں متحد کر دیا جائے گا۔ اور عنقریب نبوت کی عمارت کے کونے کا پتھر آپؐ کے وجود کے ذریعہ ظہور پذیر ہوگا۔

ویرانوں میں عبادت الٰہی:

جب سے آپؐ نے شعور کے میدان میں قدم رکھا تھا آپ کا رجحان عبادت الٰہی کی طرف تھا اور اکثر و بیشتر آپ مکہ سے دُور باہر ویرانوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے اور توحید کے بول بالا کے لئے اس کے حضور مناجاتیں کرتے۔ عام طور پر آپ مکہ سے تین میل دُور کوہِ حرا کے ایک غار میں خصوصی عبادات فرمایا کرتے تھے اور کئی دفعہ سامانِ خورد و نوش ہمراہ لے جا کر کئی روز وہاں عبادت میں گذار دیتے۔ اس دوران آپ کو رویائے صالحہ اور کشوف سے بارگاہِ خداوندی سے نوازا جاتا رہا۔ اور یہ آپؐ کی دعائیں اور آہیں تھیں جنہوں نے دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا کی راہیں کشادہ ہو گئیں اور صدیوں کے مُردوں کو زندہ کرنے کا جو پروگرام عرش پر تیار ہو رہا تھا روئے زمین پر اس کے لئے راہیں ہموار کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کا پیغام نازل ہونا شروع ہوا۔ ویرانوں کی ان دعاؤں اور ان کے نتائج کو اس زمانہ کے امام اور مردِ مومن نے یوں بیان فرمایا ہے۔

''وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللھم صلّ علیٰ محمدٍ ۔۔۔الخ

☆☆☆☆

دارالسلام سے دارالسلام

کتاب ''حیات سعید'' کا ایک باب، حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی زندگی کے آخری ایام اور آپ کی وفات کے حالات

صفیہ سعید

ترجمہ: ''اُن کے لئے اُن کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے۔ اور وہی اُن کا دوست ہے۔ اُن کے اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔''

(سورۃ الانعام ۵:۱۲۴)

سعید احمد خان صاحب کو رختِ سفر باندھنے کا حکم ہو چکا تھا اور پروانہ سفر اس جہانِ رنگ و بو سے دور ایک ابدی مستقر کے لئے جاری ہوا تھا۔ اب آپ کی ذات اس گوشت پوست کے ساتھ بارِ جہاں کو اُٹھانے کی متحمل نہ رہی تھی۔

۱۹۹۵۔۹۶ء کے زمانہ میں حضرت امیر کی صحت بتدریج کمزور ہوتی چلی گئی۔ ۱۹۸۶ء میں آپ ایک شدید قلبی عارضہ سے گذر چکے تھے۔ اُس وقت دل کی دھڑکن کو برقرار رکھنے کے لئے آپ کے جسم میں ایک آلہ (pace maker) پیوست کیا گیا تھا جس کی کارکردگی میں کوئی کمی واقعہ نہ ہوئی تھی مگر کئی عوارض آپ کی کمزوری کا باعث بنتے گئے جن کے لئے دو چار مرتبہ آپ شیخ زید ہسپتال اور کبھی کبھار معائنہ قلب کے لئے ڈاکٹر صولت صدیق کی کلینک یا دوسرے معالجین کی خدمات حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مگر آپ کا مکمل بھروسہ اور اعتماد اپنے فرزند ڈاکٹر عبدالکریم (پاشا) پر تھا۔ اور اپنی صحت کی تمام ذمہ داری آپ نے اُنہی کے سپرد کر رکھی تھی۔ چونکہ وہ خود اُس وقت ایبٹ آباد میں رہائش پذیر تھے۔ اس لئے انوار احمد صاحب نے اُن کی ہدایات پر عمل درآمد اور آپ کی دیکھ بھال کے لئے فرائض سنبھال رکھے تھے۔

ایامِ علالت

کچھ عرصہ سے حضرت امیر کی صحت میں بتدریج کمزوری اور ناتوانائی ظاہر ہو رہی تھی۔ بلڈ پریشر میں غیر معمولی اُتار چڑھاؤ، رفتار نبض میں بے قاعدگی اور اُس کے ساتھ ساتھ اشتہا میں کمی، جس کے نتیجے میں کم خوراکی اور غذا کی کمی نے آپ کو مزید کمزور کر دیا تھا۔ آپ اپنی کمزوری کو خود محسوس کرنے لگے تھے۔ ایسی غذائیت والی اشیاء خورد ونوش بھی مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی کہ کم مقدار میں زیادہ غذا مل سکے، مگر اکثر اوقات آپ اُنہیں بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ کچھ عرصہ سے ڈاکٹر صاحبان، یہ مشورہ دیتے چلے آرہے تھے کہ آپ کی غذائیت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے، آپ کے معدے میں ایک ٹیوب نما آلہ پیوست کر دیا جائے، جس سے براہ راست نرم غذا جسم کو پہنچائی جا سکے۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں حضرت امیر نے اس آپریشن کو اپنے لئے ضروری سمجھتے ہوئے، رضا مندی ظاہر فرمائی۔ ماہرِ امراض معدہ، ڈاکٹر انوار خان صاحب کی سرکردگی میں، دیگر معاونین کی مدد سے یہ آپریشن بخیر وخوبی انجام پایا اور دو چار روز میں، آپ گھر واپس تشریف لے آئے۔ غذا کی براہِ راست فراہمی سے آپ بہتر محسوس کرنے لگے۔ قویٰ میں طاقت بحال ہونے لگی اور چہرے پر سُرخی نظر آنے لگی۔

ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی بھانجی رقیہ کے فرزند انوار احمد، دفتری کاموں میں آپ کی معاونت پر مامور تھے۔ مگر اپنی ذاتی حیثیت میں، اپنے نانا کی علالت میں جو حق فرزندی اور خدمت کا حق، انہوں نے ادا کیا کسی اور سے ممکن نہ ہوا، اور نہ ہی ہو سکتا تھا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ انوار احمد خود شدید بیمار ہیں۔ مگر اُسی طرح تیز بخار کی حالت میں، اگر پیدل چلنا ناممکن ہوا تو کار میں حاضر ہوئے اور وہ تمام خدمات جو کوئی دوسرا انجام نہ دے سکتا تھا بجالائے۔

قادیان کے زمانۂ قیام کا ایک واقعہ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ مولانا نورالدین صاحب نے ایک روز درس قرآن کے بعد آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ مولوی محمد یحییٰ کا فرزند سعید احمد ہے۔ یہ علم ہونے پر حضرت مولانا صاحب نے آپ کو سینے سے لگاتے ہوئے فرمایا:

''اس لڑکے کے باپ نے میری علالت کے چھ ماہ میں میری ایسی خدمت کی ہے جو نہ کسی کی بیوی کر سکتی ہے نہ ماں، باپ، نہ بھائی اور نہ بیٹا۔''

اگر یہ کہا جائے کہ انوار احمد نے اپنے جان جی کی خدمت کا حق، اُسی طرح ادا کیا ہے جس طرح اُن کے پڑنانا مولوی محمد یحییٰ صاحب نے ادا کیا تھا تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔ جزاہ اللہ واحسن الجزاء۔

پروفیسر اعجاز احمد صاحب کی تحریر سے اقتباس

دارالسلام میں ایک صاحب نے رویا دیکھا کہ ایک بہت ہی مقدس عمارت، خواب میں ہی سمجھ آتی ہے کہ یہ حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہیں اور انوار احمد صاحب بالکل چمٹ کر اس عمارت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جبکہ خواب دیکھنے والے صاحب سائیکل پر اس عمارت کا طواف کر رہے ہیں اور واقعی انوار احمد صاحب نے اس مقدس ہستی کی ایسی بے لوث خدمت کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ الحمدللہ، پیغام صلح نومبر، دسمبر ۱۹۹۷ء

حضرت امیر کا ایک خواب، ماہ جون ۱۹۸۴ء

غالباً ۴۔۵ جون کی درمیانی رات (بمقام دارالسعید ایبٹ آباد) ماہ جون ۱۹۸۴ء کے پہلے ہفتے کی کسی تاریخ غالباً ۴۔۵ کی درمیانی رات خواب میں دیکھا Investitiure قسم کی تقریب ہے۔ میں نے بھی بطور مہمان وہاں جانا ہے۔ لیکن زیادہ دلچسپی محسوس نہیں کرتا اور تساہل سے کام لیا۔ بالآخر چلا گیا۔ جب میں کمرے کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ کھلا اور اندر سے لوگ باہر نکلنے شروع ہوئے۔ پہلا شخص جو نکلا انوار احمد بن ماسٹر اصغر علی ہے۔ سیاہ سوٹ پہنا ہوا۔ سر پر پگڑی باندھی ہوئی اور کافی سمارٹ لگ رہا ہے۔ قد چھوٹا اور جسم سُوٹ میں پتلا لگ رہا ہے۔ گلے میں تمغہ لٹک رہا ہے مجھے بہت مسرت ہوئی اور اُسے گلے لگایا۔ انوار کے پیچھے دوسرے نمبر پر جناب میاں نصیر احمد فاروقی ہیں۔ وہ کافی تندرست اور موٹے اور دراز قامت اپنے لمبے قد سے مجھے زیادہ دراز قامت لگے ہیں۔ سادہ سفید لباس میں، جو زیادہ سفید نہیں بلکہ offwhite نظر آتا ہے۔ باہر نکلے ہیں۔ اُنہیں بھی تمغہ (اعزاز) ملا ہے۔ مگر گلے میں مجھے اپنی آنکھوں سے نظر نہیں آیا۔ اور میں نے اُن سے ابھی کچھ بات نہیں کی اگرچہ میں بے حد مسرور ہوں کہ خواب ختم ہو گیا۔

شام کا وقت تھا، حضرت امیر نے اپنے گذشتہ معمولات کے مطابق، دارالسلام میں چہل قدمی کے خواہش مند تھے۔ اکتوبر کا آخری ہفتہ تھا اور مغرب کے بعد کے اوقات میں ہوا میں خاصی خنکی سی محسوس ہوتی تھی، آپ کے لئے مضر ہو سکتی تھی، اس لئے آپ کے پسران جو وہاں موجود تھے آپ کو باہر نہ جانے کا مشورہ دے رہے تھے۔ مگر آپ بضد تھے کہ باہر چہل قدمی بے حد ضروری ہے۔ کچھ گرم لباس پہنا کر آپ کو اپنے ہمراہ باہر لے گئے۔ مگر اپنے مسکن سے چند قدم آگے گیسٹ ہاؤس سے سڑک پر قدم رکھا ہی تھا کہ ہوا کی خنکی نے آپ کے نازک سینہ اور چھاتی پر اپنا اثر کر دکھایا۔ یکدم سانس پھولنے لگا، دو قدم آگے بڑھنا دوبھر ہو گیا۔ فوراً واپس گھر کی طرف پلٹ آئے۔ دارالسلام کی گذرگاہوں پر یہ آپ کے آخری قدم تھے۔

عبدالکریم اور انوار احمد، ابتدائی طور پر آپ کو طبی امداد دینے اور آرام پہنچانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ہسپتال لے جانے کی تیاری بھی کر رہے تھے۔ حضرت امیر کی لیٹنے کی بجائے بیٹھنے میں زیادہ آرام محسوس کر رہے تھے۔ ہسپتال روانگی سے قبل کے لمحات میں آپ اپنے بستر پر، فرش پر پیر ٹکائے بیٹھے تھے اور بہ تکرار فارسی کے یہ اشعار زبان سے ادا فرما رہے تھے:

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی، باز آ
درگاہِ ما درگاہِ نا امیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ترجمہ:

لوٹ آ، لوٹ آ، تو جو کچھ بھی ہے لوٹ آ

اگر تو کافر اور آتش پرست اور بت پرست بھی ہے پھر بھی لوٹ آ

ہماری درگاہ (اللہ کی) نا اُمید ہونے کا مقام نہیں ہے

اگر تو اس سے قبل سو بار بھی اپنی توبہ توڑ چکا ہے پھر بھی لوٹ آ

شیخ زید ہسپتال میں

شیخ زید ہسپتال میں، حضرت امیر کے لئے ہر طرح کے علاج کی بہترین سہولیات کا انتظام تھا۔ آپ کے معالجین، بالخصوص محترم ڈاکٹر انوار احمد خان اور محترم الطاف عالم صاحب پوری توجہ اور تن دہی سے آپ کے علاج میں مصروف رہتے تھے، بلکہ اپنے فرائض کی حد سے بڑھ کر نہایت شفقت اور محبت سے آپ کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ یکے بعد دیگرے آپ کے فرزندان و دختران اور دیگر عزیز بھی لاہور آ چکے تھے، جس سے جو خدمت ممکن ہو سکتی تھی کرنے کو ہر وقت حاضر رہتا تھا۔ جماعت احمدیہ لاہور کی تمام شاخوں میں صبح و شام آپ کی صحت یابی کے لئے دعائیں مانگی جاتی تھیں ہر مرد و زن، بچہ اور بزرگ ہر لمحے دست بہ دُعا رہتا تھا۔ اور ہر خدمت بجالانے کو حاضر تھا۔ جسم میں خون کی کمی محسوس ہوئی تو آپ کے بھتیجے ڈاکٹر محسن ثاقب نے اپنا خون پیش کیا۔ محسن ہمیشہ آپ کے دل سے بہت قریب رہے ہیں اور محسن کو بھی آپ سے ایک خاص عقیدت اور اُنس تھا۔ جب آپ صحت مند تھے تو محسن سے ملاقات پر بہت خوش ہوتے تھے اور اُن کے لئے بہت دعائیں کیا کرتے تھے، ہسپتال میں بھی آپ کو محسن کا انتظار رہتا تھا۔ عبد الغفور ثاقب صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''ایک شام جب ہم آپ کی عیادت کے لئے شیخ زید ہسپتال گئے اور محسن ہمراہ نہ تھا تو آپ نے مجھ سے پوچھا ''میرا دُعا گو نہیں آیا؟۔''

اگرچہ میں جان جی کی کوئی خاص ذاتی خدمت بجالانے کی اہل نہ تھی، مگر ہسپتال کے ان ایام میں مجھے اکثر اوقات آپ کے ساتھ رہنے کا موقع نصیب ہوا۔ میں نے آپ کی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہیں سنا، جس سے آپ کی کسی تکلیف کا کبھی اظہار ہوا ہو۔ بیداری کے اوقات میں آپ کی زبان پر حمدِ باری تعالیٰ اور تسبیحات جاری رہتی تھیں۔ بالکثرت، بہ آوازِ بلند **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** کے الفاظ زبان سے ادا فرماتے۔ بعض اوقات میں بھی آپ کے ساتھ یہ الفاظ دہراتی، تو کبھی منع نہیں فرمایا۔ رات کے کسی پہر اچانک آنکھ کھل جاتی تو ''قاضی صاحب، پکارتے تھے۔ قاضی عبدالاحد صاحب سے ہر شام تلاوتِ قرآن سننا آپ کا معمول تھا۔ شاید آپ اسی خواہش کی تکمیل چاہتے ہوں گے۔ ایک روز نمازِ فجر کے بعد قاضی صاحب اور راجہ بیدار صاحب ہسپتال میں، آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ میں نے جان جی سے کہا'' آپ قاضی صاحب کو یاد فرما رہے تھے، لیجئے وہ آ گئے ہیں'' قاضی صاحب نے السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ آپ نے مسکرا کر مصافحہ کیا۔ مگر کوئی خاص بات اُن سے نہ کہی۔ دو تین مرتبہ میری بہن زبیدہ احمد صاحبہ کی درخواست پر قاضی صاحب نے آپ کے پاس بیٹھ کر تلاوت قرآن فرمائی۔

رات گئے تک سب ہی عزیز ہسپتال میں موجود تھے۔ ملاقاتیوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ مگر اس کے بعد کے اوقات میرا بھائی ناصر احمد اور میں رات کا بقیہ حصہ آپ کے ساتھ گذارتے تھے۔ ناصر آپ کے پاس کرسی پر بیٹھ کر آپ کا ہاتھ تھامے رکھتے تھے، تہجد اور نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد آرام کے لئے لیٹتے تو مجھے تاکیداً کہتے کہ جان جی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں رکھنا ہے، تاکہ آپ کو ہماری موجودگی کا احساس رہے۔

میں ہمیشہ پر یقین رہتی تھی کہ جان جی ہم سے جدا نہ ہوں گے۔ کسی اور، کے چہرے پر سوگواری کے آثار ہوتے تو مجھے بے حد ناگوار گذرتا تھا۔ ایک اُمید سی قائم رہتی تھی یا شاید آنے والے لمحات کو میرا ذہن قبول نہیں کر رہا تھا اور میں ہی اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریزاں تھی۔

۱۲ اکتوبر کے بعد کے ایام میں، میں رات کو جان جی کے ساتھ ہسپتال میں نہیں رہی۔ میرے بھائی زاہد کی خواہش تھی کہ ناصر کا ساتھ وہ دیں اور مجھے بادلِ ناخواستہ گھر پر رُکنا پڑا۔ آپ سے میری آخری مختصر گفتگو ۱۲ اکتوبر کی صبح کو

ہوئی ۔ حسبِ معمول سلام کے بعد میں نے آپ کی خیریت دریافت کی ۔ فرمایا ''خیر ہے'' آپ کی ناک میں لگی ہوئی آکسیجن کی ٹیوب کو میں نے درست کرنا چاہا، تو آپ نے اپنے ہاتھ سے میرا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہا ''یوں ہی، خواہ مخواہ'' شاید آپ کو میرا ایسا کرنا ناگوار گذر رہا ہوگا۔'' (صفیہ سعید)

خلد تک بیٹھا نہیں رہتا کوئی مردِ سعید

جمعہ، ۱۵ نومبر کی صبح کو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکار ہو رہی تھی کہ ہر ایک کو فنا ہے سوائے خدائے لم یزل کے۔ اس جہانِ فانی میں کسی کو بقا حاصل نہیں۔ حضرت امیر کی طبیعت خاصی مضمحل تھی۔ آپ کے فرزندان، جو چند روز قبل اپنی اپنی ملازمت کے سلسلے میں، آپ کی صحت کی طرف سے قدرے مطمئن ہو کر جا چکے تھے، اُسی صبح واپس لاہور آئے تھے۔ اس روز انجمن کی مجلس معتمدین کا اجلاس بھی تھا، جس میں محمد سعید اور عبدالکریم سعید پاشا کو شرکت کرنا تھی، اس لئے نماز فجر کے بعد ہی ہسپتال چلے گئے، اور آپ کی بے آرامی کو محسوس کرتے ہوئے، وہیں رُک گئے۔ چند گھنٹوں میں آپ کی طبیعت خاصی بحال ہوگئی اور آپ کی طرف سے مطمئن ہو کر عبدالحیٔ سعید کراچی روانہ ہوگئے۔ شام تک آپ کی طبیعت اچھی تھی۔ مگر رات کے پہلے پہر اچانک ہی آپ کی طبیعت کچھ زیادہ خراب ہوگئی اور وہ حقیقت جسے تسلیم کرنے سے دِل گریزاں تھا، اب نگاہوں کے سامنے تھی۔ دوا اور دعا دونوں ہی کارگر نہ ہوئیں۔ ڈاکٹر صاحبان آپ کو اپنے اہل خانہ کو سپرد کرتے ہوئے کمرے سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کی بیشتر اولاد آپ کے ساتھ موجود تھی۔ آپ کی بڑی صاحبزادی عائشہ اپنے شوہر کی کمزور صحت کے باعث، سفر اختیار نہ کرسکتی تھیں اور عبداللہ سعید جنت الفردوس میں آپ کے منتظر تھے۔ عبدالحیٔ سعید اگلی صبح لاہور واپس لوٹ آئے تھے۔

شیخ زید ہسپتال کے النہیان وارڈ کے وی آئی پی روم نمبر ا کو چھوڑتے ہوئے، ایک محرومی کا سا احساس دلوں کو گھیرے ہوئے تھا۔ آپ کے راضی برضائے الٰہی عزیز اور اولاد آپ کو آپ کے مسکن 'دارالسلام' پر لے آئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ڈاکٹر سعید احمد خان کی آرزو رہی تھی کہ آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان واقع دیبگراں میں ہو، اور آپ نے ایک جگہ کا انتخاب بھی فرمایا تھا اور اس کا ذکر اپنے بیٹے اکرام سے بھی کیا تھا۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۸۱ء کو آپ دیبگراں میں تھے۔ آپ قبرستان تشریف لے گئے اور اپنے اجداد کی قبور پر فاتحہ خوانی کے بعد آپ نے یہ سطور اپنی ڈائری میں قلم بند فرمائیں:

''قبرستان میں، بعد میں سب مدفونین کے لئے دعائیں کیں۔ ایک ایک زندگی فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ پھر فرداً فرداً، ہر قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر، اس آسودۂ خاک کے لئے مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دُعا کی اور اپنے لئے ان کے عالی مقامات میں باوجود اپنی کم عملی اور بے بضاعتی کے، دعائے معیت کی، یہ خواہش بھی اپنے دادا (محمد سعید) اور دادی کی قبروں کے درمیان جو خالی جگہ ہے یا اپنے والد (یحیٰی) اور باپ سے زیادہ مہربان چچا (یعقوب) کی قبروں کے درمیان جو خالی جگہ ہے، اُس میں مدفون ہونے کی آرزو پیدا ہوئی۔ اس قبرستان اور لاہور میں میانی صاحب کے قبرستان میں جو احمدی بزرگوں کا مدفن ہے، اُس کی طرف اکثر خیال جاتا ہے اور ان دو مقامات میں جب حاضری کا موقع ملتا ہے تو ایک روحانی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔''

حضرت امیر کی یہ خواہش ضرور رہی تھی مگر اپنی وفات سے چند برس قبل آپ نے اس بات کا اظہار فرمایا تھا کہ اگر آپ کا وقت رحلت لاہور میں مقدر ہو تو تدفین بھی یہیں پر ہو۔ آپ کا اپنی ازواج کی تدفین کے لئے 'دارالسلام' میں واقعہ قبرستان کا انتخاب اس امر کا عملی ثبوت ہے کہ آپ کی آخری خواہش یہی ہوگی۔

نمازِ جنازہ اور تدفین

حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی نمازِ جنازہ میں شرکت اور آپ کے آخری دیدار کے لئے قرب و جوار اور دور دراز سے عزیز اور احباب جماعت، وقتِ مقررہ پر 'دارالسلام' لاہور پہنچ چکے تھے۔ ہر چہرہ سوگوار تھا اور آپ کی دائمی جدائی سے ہر دل حزین تھا۔ آنکھیں اشک بار تھیں مگر لب خاموش تھے۔ حضرت امیر نے اپنے عزیزوں کی دائمی جدائی پر اسی سنت نبوی پر عمل فرمایا تھا اور

اسی کی ہمیشہ تلقین فرمائی تھی۔

حضرت امیرؒ کے قریبی رفیق، محترم راجہ محمد بیدار صاحب کی اقتداء میں سینکڑوں افراد نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔

حضرت امیر کا 'دارالسلام سے دارالسلام' تک کا یہ آخری سفر ایک پروقار انداز میں اپنے عزیزوں اور عقیدت مندوں کے کاندھوں پر طے ہوا۔

زمین کے اندر بھی روشنی رہے

مٹی میں چراغ رکھ دیا ہے

وقت رحلت حضرت امیر کی عمر ۹۶ برس ایک ماہ سات دن اور بلحاظ قمری سن تقریباً ۹۹ برس تھی۔

پروفیسر اعجاز احمد صاحب اپنی تحریر 'الحمد اللہ' پیغام صلح نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۷ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں تو الحمد اللہ ہی کہوں گا، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں حضرت امیر مرحوم جیسی نعمت کو اتنے لمبے عرصہ تک ہم میں رکھا۔ یہ محض مولا کریم کا فضل ہے کہ ایسی ہستی کی صحبت کا فیض پانا ہمیں میسر آیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی عظیم ہستیاں کبھی کبھی دنیا کو ملتی ہیں۔''

پروفیسر اعجاز احمد صاحب کے یہ الفاظ۔ حضرت امیر سے وابستہ ہر انسان کے جذبات کے ترجمان ہیں۔ الحمد اللہ ثم الحمد اللہ

☆☆☆☆

برلین رپورٹ

جس میں مسلمانوں اور یہودیوں میں تعلقات کے اہم موضوع پر تبادلہ خیالات ہوا۔ یہ مجلس نہایت دلچسپ اور مفید رہی۔

کُل یورپ حفظ قرآن کا مقابلہ

20 اکتوبر۔ مسجد دارالسلام، برلین میں تمام یورپ کے حفاظ کے لئے مقابلہ منعقد ہوا۔ امام برلین مسجد کو بھی اس تقریب کی دعوت دی گئی۔ تمام یورپ سے طلباء نے اس میں شرکت کی۔ اس میں اوّل آنے والے اور اس کے والدین کو حج کرنے کا ٹکٹ بطور انعام دیا گیا۔ ان طلباء میں ایک بچی بھی شامل تھی۔ جس نے فرانس سے شرکت کی۔ دوسرے دن یہی بچی اپنے والدین کے ساتھ برلین مسجد تشریف لائی۔ ہمارے لئے ان لوگوں کی تشریف آوری نہایت خوشی کا باعث ہوئی۔

بون سے لوگوں کی تشریف آوری

24 اکتوبر۔ بون سے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کا ایک وفد برلین مسجد آیا۔ ان کا تعلق معن تنظیم سے تھا۔ اس نام کا مطلب ہی اکٹھا ہونا ہے۔ انہوں نے سوال و جواب کے ایک لمبے سلسلے میں حصہ لیا جو نہایت دلچسپ رہا۔ وفد کے سربراہ کو جرمن ترجمۃ القرآن کا تحفہ دیا گیا۔

افریقی سفراء سے ملاقات

24 اکتوبر۔ ایچ ڈبلیو بی ایل نے افریقی ممالک کے سفراء کے لئے ایک استقبالیہ کا اہتمام کیا۔ امام مسجد برلین عامر عزیز صاحب کو اس اہم مجلس میں دعوت دی گئی۔ اس موقع پر ایک پرتکلف دعوت کا اہتمام بھی تھا۔ اس مجلس میں افریقی ممالک میں امن اور ترقی کے امکانات کا جائزہ لیا گیا۔

بین المذاہب مجلس کا اجلاس

26 اکتوبر۔ ایچ ڈبلیو پی ایل کی تنظیم نے ایک مباحثہ کا اہتمام کیا۔ موضوع: ''تاریخ اور علم ارضیات'' تھا۔ اس موقع پر تین بڑے مذاہب کے صحائف کے عالموں نے اپنے صحائف کے حوالے سے اس موضوع پر روشنی ڈالی۔ امام مسجد برلین عامر عزیز صاحب نے اس موضوع پر اسلامی نقطہ پیش کیا۔

محمدؐ ہست برھانِ محمدؐ

اللہ کی جانب سے آنحضرتؐ کی ہر طرح سے حفاظت آپؐ کی سچائی کی واضح دلیل

جسارت خانم

اگر ہم آنحضرتؐ کی کتاب زندگی کو ورق ورق پڑھیں تو ہمیں جابجا صداقت کے موتی بکھرے نظر آتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ یہ میرا بندہ اپنے منہ سے جو بات بھی نکالتا ہے وہ اس کی نہیں بلکہ میری ہے۔

انہیں باتوں میں سے ایک بات ہمارے ہادی و مرشد حضرت محمدؐ نے یہ فرمائی کہ ''اے لوگو! تم اگر میری سچائی کی دلیل تلاش کرتے ہو تو سن رکھو خدا مجھ سے وعدہ کرتا ہے کہ اے محمدؐ جب بھی لوگ تجھے شر پہنچانا چاہیں گے تو یاد رکھ میں تیری حفاظت خود کروں گا''۔

آیئے ذرا دیکھیں کہ کس طرح اللہ اپنے پیارے بندے کی حفاظت کرتا رہا اور لوگوں پر بار بار اور نت نئے نشان صداقت ظاہر ہوتے رہے۔

ابھی آنحضرتؐ کی پیدائش بھی نہ ہوئی تھی کہ ابرھہ خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کا زعم لے کر مکہ آپہنچا۔ اس واقعہ سے علم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی حفاظت کی بنا تو اللہ نے بہت پہلے ہی ڈال دی تھی اور خانہ کعبہ کی حفاظت دراصل آنحضرت کی حفاظت تھی۔ جب آنحضرتؐ نے لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلانا شروع کیا تو مشرکین مکہ کے دل ناحق دشمنی میں بھڑک اُٹھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ خانہ خدا میں سجدہ ریز تھے تو ابوجہل ایک بڑا پتھر لے کر آیا کہ میں آج آپ کا سر کچل دوں گا مگر جب آگے بڑھا تو ایک لمبے دانتوں والا مست اونٹ کھڑا تھا۔ ابوجہل اس سے ہیبت زدہ ہو گیا۔ رنگ اُڑ گیا اور چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ دونوں ہاتھ پتھر پر ہی شل ہو گئے۔ جب آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا'' میرے اللہ نے میری حفاظت کے لئے جبرائیلؑ کو بھیجا تھا''۔

جب آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک عجیب منظر ہماری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا ہے کہ وہ خدا جس نے وعدہ کیا۔ اسی کے گھر میں بیٹھ کر یہ تدابیر سوچی جا رہی ہیں کہ اب محمدؐ کا وجود ناقابلِ برداشت ہو چکا ہے۔ اس نے ہمارے بتوں کی مذمت میں حد کر دی ہے۔ اتنے میں ایک شخص اُٹھتا ہے اور جوش میں آ کر اپنی تلوار نکال لیتا ہے کہ یہ تلوار اسی صورت میں میان میں جائے گی جب میں اسے محمدؐ کے خون سے رنگ لوں گا۔ چنانچہ وہ شخص غرور و تکبر سے تنی گردن لئے اور دل میں دشمنی کی آگ لئے نکلتا ہے مگر جب دربار رسالت میں پہنچتا ہے تو وہی غرور و تکبر سے تنی ہوئی گردن فرمانبرداری کی خاطر جھک جاتی ہے اور دشمنی کی آگ میں جلتا ہوا دل محبت کے بے کنار سمندر کی طرح موجیں مارنے لگتا ہے۔ گویا اس طرح بار ثبوت خود ہی اٹھا لیا کہ واقعتاً حفاظت کرنے والا اللہ ہے اور اب میں بھی اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر وہی شخص عمر سے حضرت عمرؓ کے عظیم الشان درجہ پر پہنچتا گیا۔

ہجرت مدینہ کو فراموش کرنا ہمارے بس میں نہیں۔ کیونکہ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ صداقت کے رنگ بھر دیئے ہیں۔ آپ کا تمام کفار مکہ کے گھر سے باطمینان نکل جانا کس بات کی گواہی دیتا ہے؟ کس طرح آپ دشمنوں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے، اپنی صداقت پر مہر نصب کرتے ہوئے وہاں سے نکلے۔ جب دشمن غار ثور تک پہنچ گیا اور کھوج لگانے والے نے یہاں تک کہہ دیا کہ یا تو محمدؐ اس غار میں ہے یا آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے فکر مندی اور بے چینی محسوس کی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر غم نہ کر

وہ وعدہ کرنے والا اللہ اب بھی ہمارے ساتھ ہے۔ پھر سراقہ جو 100 اونٹ لینے کی خاطر آپ کا سر لینے نکلا تھا مگر یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ مجھے پناہ دو، مجھے امن دو، اس نے بھی یہ جان لیا کہ اس وقت کوئی ذات موجود ہے جو ان کی حفاظت کر رہی ہے اور مجھے مسلسل ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔

کسریٰ شاہ فارس کے بدانجام سے تو بچہ بچہ باخبر ہے۔ جب اس بدبخت نے حضورؐ کا نامہ مبارک چاک کر دیا تو آپؐ کے پیغامبر حضرت عبداللہ بن خدافہ کو شہید کر دیا اور اس غرض سے سپاہی روانہ کئے کہ آپ کو پابند سلاسل کر لائیں مگر اللہ اپنے بندے کی صداقت کا مزید نشان ظاہر کرنے اور اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ ایک معجزانہ طریقہ سے آپ کی صداقت ظاہر کی۔ چنانچہ اس کی اس معجزانہ ہلاکت کے باعث بہت سے لوگوں کو اس نئی برحق کو ماننے کی توفیق ملی۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود اپنی کتاب نور القرآن میں تحریر فرماتے ہیں۔ ’’ایک خبیث اور پلید دل بادشاہ کسریٰ ایران کے فرمانروا نے عفہ میں آپ کے پکڑنے کے لئے سپاہی بھیج دیئے۔ وہ شام کے قریب آپؐ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہمیں آپ کو گرفتاری کا حکم ملا ہے۔ آپؐ نے اس بے ہودہ بات سے اعراض کر کے فرمایا تم اسلام لے آؤ۔ اس وقت آپؐ صرف دو چار اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے۔ مگر ربانی رعب سے وہ سپاہی تھر تھر کانپ رہے تھے۔ آخر انہوں نے کہا کہ ہمارے خداوند کے حکم یعنی گرفتاری کی نسبت جناب عالی کا کیا جواب ہے کہ جواب ہی لے جائیں۔ اس پر حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ اس کا جواب تمہیں کل ملے گا۔ اگلے دن صبح وہ پھر حاضر ہوئے تو آنجناب نے فرمایا وہ جسے تم خداوند، خداوند کہتے ہو وہ خداوند نہیں، خداوند وہ ہے جس پر موت اور فنا طاری نہیں ہوتی، مگر تمہارا خداوند آج رات مارا گیا۔ میرے سچے خداوند نے اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا۔ سو وہ آج رات اس کے ہاتھ سے قتل ہوگیا۔ اور یہی میرا جواب ہے۔ یہ ایک بڑا معجزہ تھا، اس کو دیکھ کر اس ملک کے ہزارہا لوگ ایمان لے آئے۔

ایک اور واقعہ حفاظتِ خداوندی کا وہ ہے جب آپ ایک درخت تلے آرام فرما رہے تھے کہ ایک اجنبی نے آپ کی تلوار آپ پر ہی سونت لی۔ اور جگا کر پوچھا بتاؤ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا تو آپ نے خوب اطمینان سے جواب دیا۔ میرا اللہ۔ اتنا کہنا تھا کہ تلوار اُس کے ہاتھ سے گر گئی اور اس پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔

یہ تو آنخضرتؐ کی صداقت کے چند موتی ہیں جو ہم نے چنے، ابھی تو اور کئی نشانات ہیں۔ کبھی بکری کی بھنی ران میں زہر دینے کی کوشش ناکام ہوئی تو کبھی دیوار سے پتھر گرا کر مارنے کی کوشش کو برباد کیا گیا۔ کبھی شیبہ بن عثمان کے قتل کے منصوبے کو خاک میں ملایا اور کبھی عامر بن صعصہ اور ار بد کو طاعون اور بجلی کے عذاب میں ڈال کر آنخضرتؐ کی سچائی کے نشان ظاہر ہوئے۔

ہر نبی کی زندگی اس کی روحانی زندگی ہوتی ہے۔ آنخضرت کی اس زندگی پر بھی ایک دور آیا کہ دجالیت چار سو پھیل گئی اور یہ خیال کیا جانے لگا کہ اب ہم محمدؐ کو اس روحانی زندگی سے بھی محروم کر دیں گے۔ مگر یہ لوگ بھول چکے تھے کہ محمدؐ کے اللہ نے اس سے دونوں زندگیوں کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اور یہ کہہ چکا ہے کہ اے محمدؐ تجھے یہ روحانی زندگی عطا کرنے والے ہم ہیں۔ اور جب بھی تیری اس زندگی پر حملہ ہوگا اور تو سورج ہوتے ہوئے ڈھانپ دیا جائے گا اور ہر طرف روحانیت پر اندھیرا پھیلتا چلا جائے گا اور رات اپنی تمام تر تاریکیوں کو لے کر چار سو پھیل جائے گی اس وقت انا لہ لحافظوں ہم تیری اس زندگی کی حفاظت کریں گے۔ بلکہ اس وقت تیرا رب تجھے اپنے وعدے کے مطابق ایک نئی زندگی عطا کرے گا اور وہ نئی زندگی والقمر اذا تلھا کے ذریعہ ہوگی۔

رسول پاکؐ کی روحانی زندگی کی حفاظت کا انتظام خدا تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اپنے مامورین کو بھیج کر کیا۔ جو ہر صدی کے بعد شریعت محمدی کو زندہ و جاوید کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ خدائی وعدہ کے مطابق چودھویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجددِ وقت، مسیح موعود اور مہدی موعود کے دعوؤں کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے۔ ان کے دل میں غلبہ اسلام کے لئے والہانہ جوش، اور آنخضرت کے ناموس کے لئے بے مثال غیرت، غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی مدافعت، عیسائیوں، آریوں اور بدھ مت کی اسلام کے

خلاف یلغار کو واضح سدِ باب، اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام کے لئے آپ کی دلی تڑپ، یہ تھے آپ کی صداقت کے چند ثبوت جن کی موجودگی میں آپ کے شدید سے شدید دشمن کو بھی یہ کہنا پڑا کہ ''جوانی میں بھی آپ نہایت صالح اور متقی تھے۔ غرض حضرت صاحب کی زندگی کا ہر لمحہ آپؑ کی صداقت پر گواہ ہے اور ہزاروں واقعات ایسے ہیں جو شہادت کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت صاحب کی دعاؤں سے رسول پاکؐ کا ہر مخالف خواہ وہ لیکھرام پشاوری ہو یا امریکہ کا ڈاکٹر ڈوئی، ذلیل وخوار ہو کر مرا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرتؐ کی تعریف اور محامد ومحاسن کا تذکرہ نظم ونثر میں اس امت کے بڑے بڑے علماء، صوفیاء اور شعراء نے اپنے اپنے رنگ میں کیا اور اپنی اپنی جگہ خوب کیا۔ لیکن اس امر میں جو خاص رنگ اور شان حضرت مرزا صاحب کی نظم ونثر کو حاصل ہے۔ وہ کہیں اور نظر نہیں آتی۔ آپ آنحضرتؐ کو سچے دل سے تمام اخلاق فاضلہ کا جامع اور صداقت کا آفتاب مانتے تھے۔ کیونکہ آپ کا ایمان تھا کہ رسولؐ کی اپنی زندگی ہی آپ کی صداقت پر ایسی دلیل ہے کہ وہ کسی غیر کی تصدیق کی محتاج نہیں۔ یہ آپ ہی کا شعر ہے کہ:

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش

محمدؐ ہست برہان محمدؐ

یعنی اگر تمہیں کسی دلیل کی ضرورت ہے تو محمدؐ کا عاشق بن جا کیونکہ محمدؐ خود ہی محمدؐ کی دلیل ہے۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں:

لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں

میں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں ہوں چرخ سے

نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ و بے کارزار

ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام

کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا

مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

''ہمیں آگ سے مت ڈرا''

از: عامر عزیز (امام برلین)

آگ تو نے بھڑکائی ہے جلنے جلانے کو

میری محبت نے گلستان بنایا اک زمانے کو

آگ سے مت ڈرا کہ غلام ہے ہماری

یہ چنگاری فقط راکھ ہے ہمیں آزمانے کو

ہم وہ ہیں کہ رخ بدل دیں طوفانوں کا

ہمیں تو حکم ہے برباد بستیاں بسانے کو

خوف و دہشت کا راج پھیلایا ایسا تم نے

آنکھیں ترس گئیں کسی خواب سہانے کو

مفلوج کردیئے دشمنان نے اعضاء ہمارے

ہم تو اٹھے تھے حکم خدا سنانے کو

گلستان اجڑا ایسا بہار روٹھی ایسی

اب تو رہ گئی ہر خبر رونے رلانے کو

موت ابتدائے سفر ہے انتہاء نہیں عزیزؔ

پھر ڈر کیسا اس راہ میں جان لٹانے کو

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ اکتوبر2018ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

جرمنی کے اتحاد کی یاد میں

3اکتوبر۔ اس تاریخ کو جرمنی میں اوپن ڈے منایا جاتا ہے۔ اس دن دیوار برلین گرنے کے بعد جرمنی کے مشرقی اور مغربی دونوں حصے ختم ہوگئے اور یہ واقعہ پورے جرمنی کی ترقی اور استحکام کے لئے ایک نہایت مبارک قدم تھا۔ اس واقعہ کو ہر سال ایک مبارک دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ تمام مذہبی اور سماجی مراکز اور دیگر اہم عمارات کو کھلا رکھا جاتا ہے تاکہ سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر لوگ آپس میں ملیں اور پورے ملک کے لوگ ایک دوسرے سے ملیں اور ملک کی ترقی اور استحکام کے لئے دلوں میں اخلاص اور جذبہ پیدا ہو۔ اس دن برلین مسجد صبح 11 بجے سے شام 5 بجے تک کھلی رکھی گئی۔ لوگ گروہوں میں آتے رہے۔ ایک صد سے زیادہ خواتین وحضرات مسجد تشریف لائے۔ انہیں برلین مسجد کی تاریخ بتائی گئی اور اسلام اور دنیا کے موجودہ حالات کے بارے میں اسلامی نگاہ پر سوالات و جوابات ہوئے۔ اس دن کی مصروفیات میں مدد کے لئے مدثر عزیز صاحب ہالینڈ سے تشریف لائے اور مختلف انتظامات میں ہاتھ بٹایا۔

ڈنمارک سے ایک گروپ کی آمد

4اکتوبر۔ ڈنمارک سے طلباء کا ایک وفد برلین مسجد دیکھنے آیا۔ انہیں برلین مسجد کی تاریخ اور اہم سرگرمیوں سے آگاہ کیا گیا۔ سوال و جواب کا سلسلہ ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ وفد کے سربراہ نے امام مسجد برلین کا شکریہ ادا کیا۔

برلین کے ایک سکول کے طلباء کی آمد

11اکتوبر۔ سٹیگلز ایونجلیکل سکول، برلین کے طلباء برلین مسجد تشریف لائے۔ سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہوا۔ جرمن ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی وفد کے سربراہ کو بطور تحفہ دی گئی۔

ایس پی ڈی سیاسی پارٹی کے وفد کی برلین مسجد میں آمد

13اکتوبر۔ ایس پی ڈی سیاسی پارٹی کا ایک گروپ برلین مسجد تشریف لایا۔ ان سے سوال و جواب کا سلسلہ رہا۔ اس میں نہایت صاحب علم اور سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ شامل تھے۔

دو گروپوں کی مسجد برلین میں آمد

ایونجلن جمنیزم گروٹن کلوسٹر سکول کے طلباء برلین مسجد تشریف لائے۔ ہر دو گروپ کی تعداد تیس کے قریب تھی۔ طلباء نے نہایت دلچسپ سوال پوچھے ان کا زیادہ تر تعلق مسجد کی ہیئت اور اس کے روحانی اور سماجی کردار سے تعلق تھا طلباء نے اس کے نتیجہ میں اپنے استاد کے تفویض کردہ موضوع پر مواد حاصل کیا تاکہ اس بارے میں صحیح معلومات کو اکٹھا کیا جا سکے۔

رومن کھیتولک اکیڈمی

17اکتوبر۔ رومن کھیتولک اکیڈمی، برلین نے ایک پروگرام کا انعقاد کیا۔
(بقیہ صفحہ 24)

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی ایک جھلک

از کلام حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ

ہر طرف فِکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دِکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اِسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نُور ہے نُور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دِینوں کو جو دیکھا تو کہیں نُور نہ تھا
کوئی دِکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو اِنہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وُہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بُغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو! کہ یہیں نُورِ خدا پاؤ گے!!
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج اِن نُوروں کا اِک زور ہے اس عاجز میں
دِل کو اِن نُوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نُور ملا نُورِ پیمبرؐ سے ہمیں
ذات سے حق کے وُجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفٰےؐ پر تیرا بیحد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نُور لیا بارِ خدا یا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مُدام
دِل کو وُہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے